تعمیر حیات

لکھنؤ

پندرہ روزہ

ندوۃ العلماء

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی نظر میں

مسلمانوں کی خوش قسمتی ہے کہ عرصہ تین سال سے ندوۃ العلماء کا جلسہ ہند میں قائم ہوا ہے جس کے تین جلسے بمقام کانپور، لکھنؤ، بریلی میں بڑی شان وشوکت سے ہوئے، علاوہ ہزارہا مسلمانوں کے صدہا علماء ومشائخ دور دور سے آکر شریک ہوئے، درحقیقت یہ تائید غیبی ہے۔ پروردگار عالم نے ندوۃ العلماء کو اصلاح وترقی اہل اسلام کے واسطے اس آخر زمانہ میں بطور لطیفہ غیبی ظاہر فرمادیا،

ندوۃ العلماء کو مسلمانوں کے حق میں امداد غیبی سمجھنا چاہیے اور مسلمانوں کو خلوص کے ساتھ اس میں دامے، درمے، قدمے، سخنے شرکت کرنی چاہیے۔

حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ متوفی ۱۳۱۷ھ کے ایک مکتوب سے

Regd No. LW/NP 56

TAMEER-E-HAYAT

Phone 42948

Fortnightly

(NADWATUL-ULAMA LUCKNOW-226007 (INDIA)

بہترین چائے کا قابل اعتماد مرکز

عباس علاء الدین اینڈ کمپنی

نمبر ۴۴ حاجی بلڈنگ، ایس. وی. ڈی روڈ، نل بازار بمبئی ۳

اسپشل مکسچر	کپ برانڈ
اسپشل ممری	گولڈن ڈسٹ
ہوٹل مکسچر	فلاوری اورنج پیکو

TELEGRAM:-
CUP, KATTLY
PHONE No 332220

خالص گھی اور میوہ جات سے بھرپور

بمبئی میں

مٹھائیاں اور حلویات

عمدہ ولذیذ

سلیمانی افلاطون

ان کے علاوہ خصوصی پیشکش

ڈرائی فروٹ برفی

بلک کیک * قلاقند * ملائی * برفی * کوکو ملائی برفی

ہر قسم کے تازہ وخستہ

بسکٹ

اور

نان خطائیاں

خریدنے کا قابل اعتماد مرکز

سلیمان عثمان مٹھائی والے

مینارہ مسجد کے نیچے، بمبئی

فون 320059

برانچ:- ۲۳ محمد علی روڈ بمبئی ۳

انسانی دنیا پر مسلمانوں کے

عروج وزوال کا اثر

مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کی وہ شہرۂ آفاق کتاب

جو اس وقت دنیا کی چھ زبانوں (عربی، انگریزی، فرنچ، اردو، فارسی، ترکی) میں پڑھی جارہی ہے، اور جس کے متعلق مشہور مستشرق پروفیسر سارجنٹ (کیمبرج یونیورسٹی) کو کہنا پڑا کہ اگر برطانیہ میں کسی کتاب کی درآمد پر پابندی لگانے کا رواج ہوتا تو میری سفارش ہوتی کہ اس کتاب کے داخلہ پر پابندی عائد کی جائے اس لئے کہ اس کتاب میں صرف مغربی تہذیب کی مذمت کی گئی ہے:

جس کو پڑھ کر مغربی دنیا کے نامور فاضل لندن یونیورسٹی میں میڈل ایسٹ سکشن کے چیرمین ڈاکٹر بکنگھم نے ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا کہ "اس صدی میں مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کی جو کوشش بہتر سے بہتر طریقہ پر کی گئی ہے یہ اس کا نمونہ اور تاریخی دستاویز ہے"

جس کو پڑھ کر عالم اسلام کے نامور مفکر اور مشہور صاحب قلم سید قطب شہیدؒ نے ان الفاظ میں داد دی کہ "اس موضوع پر تمام قدیم وجدید لٹریچر میں چند بہترین کتابیں جو میری نظر سے گزری ہیں ان میں یہ کتاب خاص مقام رکھتی ہے" یہ کتاب تاریخ نویسی کا ایک کامیاب نمونہ ہے "اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مسلمان کو یورپ کے اسلوب نگارش سے بے نیاز ہو کر تاریخی مباحث پر کس طرح قلم اٹھانا چاہئے، اور کس انداز سے اس کو مرتب کرنا چاہیے"

جس کو مشرق وسطیٰ کی عظیم تحریک اخوان المسلمین نے اپنے تربیتی کورس میں داخل کیا اور سعودی عرب کی وزارت تعلیمات نے اپنے کالجوں کے نصاب میں جگہ دی۔

جو مشرق کے لئے ایک تازیانہ اور مغرب کے لئے ایک چیلنج ہے۔

اردو ایڈیشن معیاری کتابت وطباعت مجلد =/۱۴ انگریزی =/۲۲

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام پوسٹ بکس ۱۱۹ لکھنؤ

(دارالعلوم ندوۃ العلماء)

گرمیوں کا تحفہ

لکھنو کی بنی چکن کے کپڑے

ہمارے یہاں وائل ارگنڈی اور جارجٹ پر لکھنوی چکن کی بنی ہوئی ساڑیاں ململ، کیمرک، ادھی، لون، ٹیری کاٹ اور پالیسٹر پر بنے لکھنوی کام چھوٹے بڑے، بچکانے مناسب داموں میں دستیاب ہیں.

ایک دفعہ خدمت کا تو موقع دیں.

چکن ہاوس نزد بٹن ہاؤس

بلواسیہ مارکیٹ، حضرت گنج لکھنؤ

لکھنؤ

تعمیر حیات

پندرہ روزہ

شعبۂ تعمیر و ترقی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد نمبر (۱۷)	۲۵ جون سنہ ۱۹۸۰ء ——— ۱۱ شعبان المعظم سنہ ۱۴۰۰ھ	شمارہ نمبر ۱۶

زرِ تعاون

اندرون ملک	۱۶ روپے
فی پرچہ	۸۰ پیسے
بیرون ملک بحری ڈاک جملہ ممالک	۴ پونڈ
ہوائی ڈاک	
ایشیائی ممالک	۶ پونڈ
افریقی ممالک	۷ پونڈ
یوروپ و امریکہ	۹ پونڈ

مولانا محمد الحسنی ندوی مرحوم

"ہر لمحہ تیری یاد کا تاباں درخشاں جاوداں"

آج جون کی ۱۳ر تاریخ ہے جب یہ سطریں لکھی جارہی ہیں۔ آج ہی کے دن ایک سال قبل عالم اسلام کا دھڑکتا دل ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگیا تھا اور اسلامی دنیا ایک باکمال سرمایۂ نازش افتخار انسان بلکہ گوہر شب چراغ سے محروم ہوگئی تھی اس حادثۂ فاجعہ کو سال بھر ہورہے ہیں مگر یہ زخم زخم جگر ابھی تک تازہ ہے۔ لیکن یہ ٹیس کیوں اٹھ رہی ہے اور آنکھوں سے اشک کیوں جاری ہیں اور یہ کس کا نام ہے کہ ذکر آتے ہی آنکھیں بھر آتی ہیں اور جینا مشکل ہوجاتا ہے؟

یہ محمد میاں مرحوم ہیں جن کی یاد ہر لمحہ تاباں اور درخشاں ہی نہیں جاوداں بن کر رہ گئی ہے۔ یہ غم اور فکر کیوں ہے، دل میں یہ ہوک کیوں اٹھتی رہتی ہے، کیا کوئی انسان کھو گیا ہے یا لعل شب چراغ ہے جو گم ہوگیا ہے۔ جی ہاں ایسا دیدہ ور کھو گیا ہے جو بڑی مشکل سے پیدا ہوتا ہے، محمد میاں جیسا روشن ضمیر انسان کھو گیا ہے جس نے بے ضمیری اور قلم فروشی کے اس تاریک دور میں ہزاروں دلوں کو ایمان و یقین کی روشنی عطا کی، بیاباں کی شب تاریک میں جس نے قندیل رہبانی کا کام کیا اور تند و تیز ہوا میں بھی یہ مرد درویش اپنا چراغ جلاتا رہا۔ محمد میاں جیسا بلند نظر انسان ہم نے کھو دیا جس نے اپنی دلنوازی سے دلوں کو سکون آنکھوں کو سرور اور ایمان کو تازگی بخشی، وہ محمد میاں ہمارے درمیان نہیں رہے جن کے وجود سے جگر لالہ میں ٹھنڈک اور جن کے قلم سے نکلے ہوئے مضامین میں آبشار کا شور اور طوفان کا زور ہوتا تھا۔ وہ دلنواز محمد میاں ہماری نگاہوں سے اوجھل ہوگئے جنھوں نے اپنی دلسوزی سے ضمیر لالہ میں آرزوؤں کے دیے جلائے اور چمن کے ذرہ ذرہ کو شہید جستجو کردیا جن کے سوز دروں نے دلوں میں گرمی، نگاہوں میں پاکیزگی اور جسم و جان کو بیقرار و بیتاب بلکہ سیماب بنادیا۔ ہم ایسے مرد مجاہد سے محروم ہوگئے جس کی رگ و پے میں کردار کی مستی اور جس کی سیرت میں فولاد جیسی سختی تھی، لیکن جو شبستان محبت میں حریر و پرنیاں اور زرم دم گفتگو بلکہ اس کی ہر ادا دلفریب اور اس کی ہر نگہ دلنواز تھی۔

مولانا محمد میاں کے انتقال کو سال بھر ہورہے ہیں مگر ان کا سراپا نگاہوں میں پھر رہا ہے، وہ آرہے ہیں وہ جارہے ہیں ——— اور ؎

بچھے دیتی ہے شوخی نقش پا کی
ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے

"تعمیر حیات" کے صفحات "البعث" اور "الرائد" کی تحریریں شاہد ہیں کہ لکھنے والا خدا کا ترجمان اور خودی کا رازداں ہے، اس کا دل اسلام کی محبت اور ملت کے درد سے سرشار ہے اور اس کے افکار خورشید سحر کی مانند تاباں اور درخشاں۔ ان کے اشہب قلم نے نئی نئی وادیوں میں قدم رکھا اور اس کی جولانیوں نے نئے نئے معرکے سر کئے۔ قومیت، وطنیت، الحاد و دہریت، مشرق و مغرب کے مسموم افکار، تہذیب حاضر کی چمک دمک، عالم اسلام کی بے حسی و بے غیرتی، اپنوں کی چیرہ دستی اور نیش زنی۔ ان سب کا کیا ہے چیلنج قبول کیا اور انھوں نے پوری جرأت و صراحت کے ساتھ آزادانہ و بیباکانہ اظہار رائے کیا اور اسلامی صحافت کو ایمان و احسان کی پختگی و برگزیدگی، اخلاص و دلسوزی کی مٹھاس، اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لئے تڑپ اور بے چینی اور پاکیزہ جذبات کی حدت و شدت کے ساتھ فکر و نظر کی جامعیت و متانت سے آشنا کیا۔ لیکن ؎

ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے

اور کون ہے جو ؎

ہو ہو کھینچے گا لیکن عشق کی تصویر کون
اٹھ گیا ناوک فگن مارے گا دل پر تیر کون

ایسا شخص کہاں سے لائیں جو محبت میں یکتا اور حمیت میں فرد تھا جس کی یاد اس وقت اور بھی کچوکے لگاتی ہے جب نئے نئے ملی مسائل اور مشکلات جنم لیتے ہیں اور جب افغانستان، لیبیا، شام، عراق اور عدن میں انسانیت مردم خوروں، قاتلوں، سفاکوں، درندوں اور پاگلوں کے ہاتھوں تہ تیغ ہونے لگتی ہے۔ عالم اسلام کی بے حسی و بے غیرتی اور اس کا مجرمانہ سکوت اور بھی ستم ڈھانے لگتا ہے۔ ایسے میں ؎

ہر اک منظر تیری یلغار کا ——— ؛؛ ——— تری شوخیِ فکر و کردار کا

(بقیہ ص ۱۳ پر)

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہوچکا ہے لہٰذا اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا خادم، ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو اس کا سالانہ چندہ مبلغ سولہ روپے ارسال فرمائیے، اگر اگلے شمارہ کی روانگی سے پہلے آپ کا چندہ یا خط موصول نہ ہوا تو یہ سمجھ کر کہ آپ کو وی۔ پی کا سے چندہ ادا کرنے میں سہولت ہے۔ اگلا پرچہ مع وی۔ پی خرچ 19/25 روپے کے مطالبہ میں وی۔ پی سے روانہ ہوگا۔ چندہ یا خط بھیجتے وقت اپنا نمبر خریداری لکھنا نہ بھولیں۔

کتاب و سنت سے

کتاب و سنت دین کی اصل بنیاد ہے

مولانا سید عبد الحی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-
مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ۔ (سورۂ انعام - ۳۸)
ہم نے کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں کسی چیز (کے لکھنے) میں کوتاہی نہیں کی۔

فرمایا:-
فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللهِ وَالرَّسُولِ۔ (سورۂ نساء - ۵۹)
اور اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اس میں خدا اور اس کے رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو۔

فرمایا:-
فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔ (سورۂ نساء - ۶۵)
تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمھیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کردو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں تب تک مومن نہیں ہوں گے۔

فرمایا:-
إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا۔ (سورۂ نور - ۵۱)
مومنوں کی تو یہ بات ہے کہ جب خدا اور اس کے رسول کی طرف بلائے جائیں تاکہ وہ ان میں فیصلہ کریں تو کہیں کہ ہم نے (حکم) سن لیا اور مان لیا۔

فرمایا:-
وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا۔ (حشر - ۷)
سو جو چیز تم کو پیغمبر دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں (اس سے) باز رہو۔

فرمایا:-
قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔ (سورۂ آل عمران - ۳۱)
(اے پیغمبر! لوگوں سے) کہدو کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو خدا بھی تم کو دوست رکھے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف کردے گا اور خدا بخشنے والا مہربان ہے۔

فرمایا:-
لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللهَ كَثِيرًا۔ (سورۂ احزاب - ۲۱)
تم کو پیغمبر خدا کی پیروی (کرنی) بہتر ہے (یعنی) اس شخص کو جسے خدا (سے ملنے) اور روز قیامت (کے آنے) کی امید ہو اور وہ خدا کا ذکر کثرت سے کرتا ہو۔

فرمایا:-
فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔ (سورۂ نور - ۶۳)
تو جو لوگ ان کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہیئے کہ (ایسا نہ ہو کہ) ان پر کوئی آفت پڑ جائے یا تکلیف دینے والا عذاب نازل ہو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تقریر فرماتے تو آپ کی دونوں آنکھیں سرخ ہوجاتیں، آواز بلند ہوجاتی، غصہ تیز ہوجاتا، ایسا معلوم ہوتا کہ آپ کسی لشکر کے خطرہ سے آگاہ کرنے والے شخص ہیں جو کہہ رہا ہے کہ صبح یا شام کو لشکر تم پر حملہ آور ہوجائے گا، اور فرماتے ہیں اور قیامت دونوں ان دونوں (انگلیوں) کی طرح بھیجے گئے ہیں، اور اپنی شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی کو ملاتے، اور فرماتے، اما بعد! بلاشبہ بہترین بات خدا کی کتاب ہے، اور بہترین طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے سب سے بری باتیں وہ ہیں جو دین کے اندر نئی پیدا کرلی جائیں، ہر بدعت گمراہی ہے۔ پھر فرماتے، میں ہر مومن سے خود اس سے بھی زیادہ قریب ہوں جس نے ورثہ میں مال چھوڑا وہ اس کے گھر والوں کا ہے، اور جس نے کوئی قرض یا ناقابل کفالت اولاد چھوڑی تو قرض کا مطالبہ مجھ سے ہوگا اور بچوں کی دیکھ بھال میرے ذمہ ہے۔ (رواہ مسلم)

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے ایسا بلیغ (مؤثر) وعظ فرمایا کہ سن کر دلوں پر خوف طاری ہوگیا اور آنکھیں اشکبار ہوگئیں، ہم نے عرض کیا اللہ کے نبی یہ وعظ تو ایسا ہے جو کوئی رخصت کرنے والا کہتا ہے، آپ ہمیں کچھ وصیت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا: میں تم کو تقویٰ (یعنی خدا کے پاس و لحاظ) کی وصیت کرتا ہوں، اور سننے اور اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں چاہے کوئی حبشی غلام ہی کیوں نہ تمہارا حاکم ہو۔ میرے بعد تم میں سے جو زندہ رہے گا، وہ بڑا اختلاف (انتشار) دیکھے گا اس وقت تم میرے اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کے طریقہ کو اپنانا، تم اس کو بہت مضبوطی سے تھامے رہنا، دین کے اندر نئی باتیں پیدا کرنے سے بہت دور رہنا، دین کے اندر پیدا کی جانے والی ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ (رواہ ابو داؤد والترمذی)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: میری مثال اور جو پیغام لے کر اللہ تعالیٰ نے مجھ کو بھیجا ہے اس پیغام کی مثال اس شخص کی سی ہے جو کسی قوم کے پاس آیا۔ پھر کہا، اے لوگو! میں نے خود لشکر کو دیکھا ہے۔ میں برہنہ ڈرانے والا ہوں[1]۔ بچنے کی تدبیر کرو، بچنے کی تدبیر کرو، اس اطلاع کے بعد اس کی قوم کے کچھ لوگوں نے اس کی بات مانی اور رات رہے بہت تڑکے وہاں سے نکلے اور اطمینان کے ساتھ چلے اور خطرہ سے بچ گئے، کچھ لوگوں نے اس ڈرانے والے کو جھٹلایا اور وہیں رہے صبح ہوتے لشکر ان پر آپہونچا انھیں ہلاک اور نیست و نابود کردیا۔ یہ اس شخص کی مثال ہے جس نے میری بات مانی اور جو کچھ میں لے کر آیا ہوں اس پر عمل کیا اور اس شخص کی مثال ہے جس نے میری بات نہیں مانی اور جو حق بات میں لے کر آیا ہوں اس کا انکار کیا۔ (رواہ البخاری)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں سے تنگی و کشادگی، خوشحالی و بدحالی ہر صورت میں سننے اور ماننے کی بیعت لی اور اس بات کی بیعت لی کہ حکام کی مخالفت نہ کریں الا یہ کہ ان میں صریح کفر نظر آئے اور تمہارے پاس خدا کی طرف سے اس کا ثبوت و دلیل ہو اور اس بات کی بیعت لی کہ ہم ہر حال میں حق بات کہیں اور اللہ کی راہ میں ملامت کرنے والوں کی ملامت سے نہ ڈریں۔ (متفق علیہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عمل کیا اور اس میں سہولت رکھی، دوسرے لوگوں نے اس سہولت کو نہ اپنایا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے اس عمل کی اطلاع ہوئی، تو آپ نے خدا کی حمد و ثنا بیان کی، پھر فرمایا:

(بقیہ ص ۱۴ پر)

---

[1] زمانۂ جاہلیت میں خطرہ سے ڈرانے کے لئے آدمی برہنہ ہوکر دوڑا ہوا آتا تھا اور قوم کو ڈراتا تھا۔

تحریک پیام انسانیت کا پیام یہ ھے کہ

ملک کی بگڑتی ہوئی اخلاقی حالت کو سدھارنے کے لئے ایسے صاحب شعور میدان میں آئیں جو بلا تفریق مذہب و ملت، مظلوم کا ساتھ دیں، اور ظالم کو ظلم سے روک دیں

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی تقریر

دوسری اور آخری قسط

حضرات! ہماری پیام انسانیت کی تحریک۔ اگرچہ اس کو تحریک کہنا بھی درست نہ ہوگا اور میں بغیر کسی انکسار کے یہ عرض کرتا ہوں کہ ابھی اس میں بھی شک ہے کہ اس کا وجود بھی ہوا ہے یا نہیں یہ انھیں (اولو بقیۃ) صاحب شعور کی تلاش میں ہے۔ وہ صاحب شعور کہاں پائے جاتے ہیں جن میں ابھی انسانیت اور اپنے ملک کا درد موجود ہے۔ میں نہیں عرض کرسکتا کہ قرآن مجید نے چند لفظوں میں کیا کہہ دیا ہے اور اس کے اندر کیسا درد ہے (فلولا کان من القرون من قبلکم اولو بقیۃ ینھون عن الفساد فی الارض الا قلیلا ممن انجینا منھم) یہ صاحب شعور بلا تفریق مذہب و ملت کھڑے ہو جاتے ہیں کہ ہم کسی پر ظلم نہیں ہونے دیں گے۔

حماسہ کا نام آپ نے سنا ہوگا۔ یہ سب سے مستند مجموعہ عربی شاعری کا ہے۔ (ماقبل اسلام اور مابعد اسلام)، اس میں پہلی نظم میں ایک شعر ہے ؎

لا یسألون اخاھم حین یندبھم
فی النائبات علی ماقال برھانا

شاعر ایک قبیلہ کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے کہ جب کوئی اس کا بھائی مدد کے لئے آواز دیتا ہے تو یہ نہیں پوچھتے کہ دلیل کیا ہے اور تم حق پر ہو یا باطل پر۔ اسی طرح ایک عربی مثل تھی "انصر اخاک ظالما او مظلوما"، یہ نہیں دیکھنا ہے کہ بھائی ظالم ہے یا مظلوم۔ بس اپنے بھائی کی مدد کرنا ہے۔

ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو مخاطب کرکے فرمایا: "انصر اخاک ظالما أو مظلوما" (اپنے بھائی کی مدد کرو، چاہے ظالم ہو یا مظلوم) جاہلیت کا جو ذہن بنا ہوا تھا اگر وہ ہوتا تو سب کے سب خاموش ہو جاتے اس لئے کہ یہ ان کی جانی بوجھی بات تھی جو ان کی زندگی میں داخل اور ان کی رگ و پے میں سرایت کر چکی تھی، لیکن اب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زندگی میں اتنا بڑا انقلاب آچکا تھا جس کی نظیر نہیں ملتی۔ یہ انقلاب صرف حسی اور اخلاقی نہیں تھا بلکہ ذہنی انقلاب بھی تھا۔ صحابہ کرام جن سے زیادہ تابعدار، وفاشعار، فداکار اور جاں سپار کوئی نہیں ہوسکتا۔ تاب نہ لاسکے، حالانکہ صحابہ کرام یہ جانتے ہیں کہ اس زبان مبارک اور ان لبوں سے سوائے وحی الٰہی کی ترجمانی کے اور کچھ نہیں نکل سکتا۔ لیکن جہاں فرماتے ہیں انصر اخاک ظالما أو مظلوما۔ تو صحابہ کرام تاب نہ لاسکے اور انھوں نے سوال کر دیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کوئی مظلوم ہو تو ہم اس کی مدد کریں، ظالم ہو تو ہم اس کی مدد کیسے کریں! میں تو اس سوال پر تعجب کرتا ہوں کہ دیکھئے معاملہ کہاں سے کہاں تک پہونچ گیا کہ جو چیز بچپن سے انھوں نے سنی تھی بلکہ ان کی گھٹی میں پڑی تھی کہ بھائی کی مدد تو کرنی ہے، بھائی کی آواز آئے تو کوئی پوچھنے کی بات نہیں کہ کیا کرانا چاہتے ہو، کسی کو ہیرہ کرانا چاہتے ہو، کسی یتیم پر ظلم کرانا چاہتے ہو، مقصد کیا ہے؟

اب آپ نے تشریح فرمائی کہ ظالم کی مدد یہ ہے کہ اس کا ہاتھ پکڑ لو اور اس کو ظلم نہ کرنے دو، اب صحابہ کرام کو تسکین ہوئی۔ یہ مکالمہ جو حدیث نے محفوظ کر دیا ہے کتنی حقیقتوں پر روشنی ڈالتا ہے۔

صحابہ کرام کی زندگی، ان کے طرز فکر اور احساسات میں کتنا عظیم انقلاب ہوا تھا کہ اللہ اور اس کا رسول جس سے بڑھ کر کوئی محبوب ذات نہیں تھی اور انھوں نے اس تاریخ سے جب وہ ایمان لائے تھے یہی تجربہ کیا تھا کہ آپ جو فرماتے ہیں وہ حق ہوتا ہے اور اللہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ لیکن جب آپ فرماتے ہیں کہ "اپنے بھائی کی مدد کرو چاہے ظالم ہو یا مظلوم۔" تو تاب نہ لاسکے اور برداشت نہ کرسکے۔ مجھے معاف کیا جائے کتنے مشائخ اور پیر ہیں جن سے ان کے مریدین پوچھنے کی ہمت کرتے ہیں کہ حضرت یہ بات سمجھ میں نہیں آئی، کتنے شاگرد ہیں جو اپنے استاد سے پوچھیں کہ یہ بات سمجھ میں نہیں آئی،

. . . . . .

لیکن دنیا میں محبت و قربانی اور جان دینے کا جو سب سے بڑا مظاہرہ، مذاہب، اخلاق، تحریکات فلسفوں اور انسانیت کی تاریخ میں صحابہ کرام نے بدر و حنین اور احد میں کیا وہی جاں نثار صحابہ جب یہ سنتے ہیں کہ بھائی کی مدد کرنی چاہئے خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم تو وہ پوچھتے ہیں کہ ہم ظالم کی کیسے مدد کریں۔ آپ ہمیں بتائیے کہ کتنے ایسے عقیدتمند لوگ ہوں گے جنھیں یہ مجال ہو کہ پوچھ سکے کہ حضرت آپ کیا فرمارہے ہیں۔ لیکن صحابہ کرامؓ نے پوچھا اور جواب بلا تامل اور پوری خوشدلی کے ساتھ جواب دیتے ہیں کہ ظالم کی مدد یہ ہے کہ اس کو ظلم نہ کرنے دو، سب سے بڑی مدد اس کی یہ ہے کہ اس کا ہاتھ پکڑ لو آپ ہمارے بھائی ہیں اور ہم کو عزیز ہیں، لیکن ہم آپ کو ظلم نہیں کرنے دیں گے۔ ابھی وہ ناراض ہوگا، اس کی پیشانی پر بل پڑیں گے، لیکن کل وہ شکر گذار ہوگا اور کہے گا کہ تم نے مجھے بہت بڑے خطرے سے بچالیا۔ یہ وہ کیرکٹر ہے جو اسلام پیدا کرنا چاہتا ہے، بلا تفریق مذہب و ملت، بغیر کسی طبقہ واریت اور رنگ و نسل کے فرق کے وہ مظلوم کا ساتھ دینا اور ظالم کو ظلم سے روک دینا چاہتا ہے۔ آپ ہمیں بتائیے کہ آج اگر مسلمان ہندوستان میں اس پر عمل کرتے تو ہمارا اخلاقی وقار کیا ہوتا ہم پر کتنا اعتماد کیا جاتا اور ہم کس طرح اس ملک کو ان خطروں سے بچا لیتے جو ننگی تلوار کی طرح اس پر مسلط ہیں، یہ خطرات جانبداری، اقربا پروری اور قومی و فرقہ وارانہ جانبداری کا نتیجہ ہیں، اس کی وجہ سے پورا ملک کھوکھلا ہو رہا ہے اور اس نے چھوٹی بڑی سیاسی پارٹیوں سے لے کر ایوان حکومت تک اور بڑے بڑے ذمہ داروں سے لے کر چھوٹے چھوٹے اہلکار تک سب کا ذہن مسموم کر دیا ہے۔

حضرات! میں جس جگہ بیٹھا ہوں وہ منبر و محراب اور مسجد کی جگہ ہے یہاں پر وہ باتیں کہہ سکتا ہوں جو سیاسی اسٹیج پر نہیں کہہ سکتا، ہمارے ادارے تباہ ہو رہے ہیں اور ہماری حکومت کا ڈھانچہ ہل گیا ہے اور پورا ملک زیر و زبر ہو رہا ہے، کسی کو کسی پر اعتماد نہیں رہا، انصاف کی امیدیں، ججوں، عدالتوں اور قانون سے منقطع ہوگئیں۔ میں یہاں تک کہوں گا کہ قانون ساز اداروں سے بھی انصاف کی امیدیں ختم ہوگئیں۔ اب آپ ہی بتائیے پھر ایسی صورت میں ایک دکھ کا مارا بیکس انسان کہاں جائے اور کس کا دروازہ کھٹکھٹائے۔ بے انصافی کا یہی روگ ہے جو اس وقت ملک کو کھائے جارہا ہے۔ فیصلہ کرنے والا یہ دیکھتا ہے کہ وہ کس فرقہ کا آدمی ہے اور کس خاندان کا ہے اور یہ فیصلہ جو میں کرتا ہوں کس کے حق میں جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ فرماتے ہیں،

"انصر أخاک ظالما أو مظلوما"

یہ دیکھنا نہیں ہے کہ کس کی مدد ہو رہی ہے یہ دیکھنا ہے کہ کس بات پر مدد ہو رہی ہے۔ بس یہ ہے اخلاقی معیار۔ اگر اس پر ہم سچے اور مخلص ثابت ہوں تو آج ہم اس ملک کو بچا سکتے ہیں اور میں اس پر یقین رکھتا ہوں کہ اس وقت ملک کو نہ کوئی سیاسی جماعت بچا سکتی ہے اور نہ حکومت اور نہ بڑے بڑے ادارے بچا سکتے ہیں، اس کو وہ دانشور اور مذہبی انسان بچا سکتے ہیں جو (اولو بقیۃ ینھون عن

الفساد فی الارض" کا صحیح مصداق ہوں، وہ بچے کھچے انسان، وہ گرے پڑے انسان جن کو لوگ نہیں جانتے اور جن کے نام اخباروں میں چھپتے ہیں اور نہ ہی ان کے نام کی عظمت کا اعلان ریڈیو اور اخبارات میں ہوتا ہے لیکن یہ وہ باشعور لوگ ہیں جن کے دل پر انسانیت کے درد کی چوٹ ہے ؎

خدا رحم کرتا نہیں اس بشر پر
نہ ہو درد کی چوٹ جس کے جگر پر

وہ لوگ جن کے جگر پر درد کی چوٹ ہے، وہ یہ نہیں دیکھتے تھے کہ ہندو ہیں یا مسلمان، یہ کس فرقہ اور خاندان کا ہے، بلکہ یہ دیکھتے ہیں کہ معاملہ کیا ہے، حق کس کے ساتھ ہے۔

"یا ایھا الذین آمنوا کونوا قوامین للہ شھداء بالقسط ولا یجرمنکم شنآن قوم علی الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی۔

ترجمہ: (اے ایمان والو خدا کے لئے انصاف کی گواہی دینے کے لئے کھڑے ہوجایا کرو اور لوگوں کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ انصاف چھوڑ دو، انصاف کیا کرو کہ یہی پرہیزگاری کی بات ہے۔) (سورہ مائدہ ۸)

اے ایمان والو! تم اللہ کے لئے کھڑے ہوجانے والے بن جاؤ، "قوام" کا لفظ مبالغہ کا لفظ استعمال کیا ہے، جلدی جلدی کھڑے ہونے والے اور عزم کے ساتھ کھڑے ہونے والے اور حق و انصاف کی گواہی دینے والے، اور تمھیں کسی قوم کا بغض اس پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف کا دامن چھوڑ دو، کسی فرد اور کسی قوم سے کتنی ہی نفرت ہو تمھیں، کسی فریق سے کتنی ہی نفرت ہو، تم اس کی صورت نہ دیکھ سکو لیکن یہ بھی تم کو آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف کا دامن چھوڑ دو، اس کے معاملہ میں انصاف کرو، وہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔

حضرات! اگر پیام انسانیت کا کہیں وجود ہے یا وجود ہونا چاہئے تو پیام انسانیت کا پیام یہ ہے کہ اولو بقیۃ کچھ صاحب شعور انسان کھڑے ہوں، ابھی ہندوستان ایسے لوگوں سے بالکل خالی نہیں ہوا ہے اس لئے کہ یہ سرزمین روحانیت اور درد و محبت کی سرزمین ہے، یہاں اگر اولو بقیۃ نہ پائے جائیں گے تو کہاں پائے جائیں گے۔

میں خالص مسلم اکثریت کے ملکوں میں بھی یہ آواز لگا آیا ہوں کہ لوگو! فساد کے مقابلہ میں کھڑا ہونا چاہئے، میں نے سعودی عرب میں ایک تقریر میں کہا تھا کہ میں بیماری سے نہیں ڈرتا، میں ڈرتا ہوں کہ طبیب نہ ہو۔ میں اس سے میں نہیں ڈرتا کہ وبا پھیل رہی ہے، اس سے ڈرتا ہوں کہ اسپتال نہ ہو اور کوئی طبی امداد پہونچانے والا نہ ہو، قوموں کی تقدیر اور اس کی تاریخ کے لئے یہ خطرناک بات نہیں ہوتی کہ بیماری پھیلی، خطرناک بات یہ ہوتی ہے کہ بیماری کا احساس کرنے والا کوئی نہیں جیسا کہ اقبال نے کہا تھا ؎

کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

متاع کارواں بار بار لٹی، بار بار گئی، لیکن جب زیاں کبھی نہیں گیا، دعوت و عزیمت کی پوری تاریخ بتاتی ہے کہ احساس زیاں ہر زمانہ میں رہا، بس وہ دن ہے تشویش اور فکر کا جب احساس زیاں جاتا رہے۔ بس، اب میں صرف دو باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

● ایک تو یہ کہ ملک کی بگڑی ہوئی اخلاقی حالت کو درست کرنے اور ملک کے سامنے صحیح اخلاقی کردار لانے کے لئے ہم آپ کھڑے ہوں۔

● دوسری بات میں یہاں کے طلبہ سے کہنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک ایسا موقع دیا ہے جس کے لئے عربی مدارس ترستے ہیں اور یہ موقع بظاہر ان کو بہت دنوں میں ملے گا کہ کچھ سعید روحیں آپ کے پاس یہاں آئی ہیں، غیر مسلم نوجوان آپ کے یہاں پڑھنے کے لئے آئے ہیں، آپ ان کو فریق نہ بنائیے اور آپ بات بات پر ان کے ساتھ دوسرے فریق جیسا معاملہ نہ کریں، آپ ان کے دلوں کو اپنے ہاتھ میں لیں، آپ ان کے ساتھ انصاف کریں، خدا لگتی بات ان کے معاملہ میں بھی کریں آپ ان کے ساتھ بھائیوں اور انسانوں کی طرح رہیں، ان کی خدمت کرنے کی کوشش کریں، ان کی تکلیف کو دور کرنے کی کوشش کریں، اس سے نہ صرف اس ادارہ کا مسئلہ حل ہوگا، نہ صرف دلی کا مسئلہ حل ہوگا بلکہ پورے ملک کا مسئلہ حل ہوگا۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

بقیہ صفحہ ۱۲

عرب محقق الخوارزمی (۸۵۰ء) کا ایک نقشہ عالم ۱۱۷۸ء تک نہایت معلوماتی اور مستند سمجھا جاتا تھا۔ ابن رشد عربی فلسفی اور

جغرافیہ داں نے سب سے پہلے زمین کی شکل کو ناشپاتی کی شکل کی طرح قرار دیا تھا کولمبس نے اپنے بحری سفر کے دوران جن نقشوں سے مدد حاصل کی تھی وہ عرب جہازرانوں کی مہموں اور جغرافیہ دانوں کی محنت کے نتیجہ میں مرتب ہوئے تھے۔ عرب جہازراں ابن مجید نے چین اور مشرق الہند تک سیر و سیاحت کی تھی۔ ابن مجید ہی کپاس کا موجد ہے اس نے کپاس کی ایجاد کا خیال اہل چین سے مستعار لیا تھا۔ اسی ابن مجید کی فنی امداد نے واسکو ڈی گاما کو سواحل ہند تک پہنچایا تھا۔

عرب جہازرانوں کے عالمگیر اثرات کے شواہد نہ صرف امریکہ ہی میں ملتے ہیں بلکہ بعض چینی اور شرق الہند کے علاقوں میں عربی رسم و رواج اور عربی الفاظ کی موجودگی بھی ثابت کرتی ہے کہ عرب جہازرانوں کے قدم دور دور تک گئے تھے مثلاً سارنگ کے قریب اسیاسٹین کا شہر ہے۔ اس کا نام تو عربی ہے جب کہ مفہوم بھی انڈونیشی کے لفظ سارنگ سے مشابہت رکھتا ہے۔

مذکرہ بالا حقائق کے علاوہ دوسرے سراغ بھی ملتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ کولمبس کے امریکہ پہنچنے سے صدیوں پہلے عربوں نے امریکہ دریافت کیا تھا۔ مثلاً نیوزی لینڈ کے شمالی جزیرہ پر ایک قبیلہ ماؤری آباد ہے اس قبیلے کے لوگوں کا کچھ عرصہ قبل تانبے کی جہازی گھنٹی پر ایک جملہ درج تھا۔ یہ محمد بن شس جہاز کی گھنٹی ہے۔ یہ جملہ عربی زبان میں تھا۔ اس گھنٹی کی دستیابی کے بعد خیال کیا گیا کہ عرب جہازراں افریقہ کے گرد چکر کاٹ کر امریکہ پہونچنے کے لئے یہاں رک کر سامان نکلوا لیتے تھے۔ اسی بحری راہ پر جو کہ نیوزی لینڈ ہی سب سے بہتر اور مناسب مقام تھا جہاں سازو بحری جہاز سامان خوراک و تجارت حاصل کرسکتے تھے اس لئے عرب جہازراں یہاں ضرور ٹھہرتے تھے۔ اسی سراغ اور دیگر ثبوت کے پیش نظر اب یہ تسلیم کیا جانے لگا ہے کہ امریکہ عربوں ہی نے دریافت کیا تھا۔

۴۸۶

انسانی دنیا پر مسلمانوں کے
عروج و زوال کا اثر
مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کی وہ شہرہ آفاق کتاب

جو اس وقت دنیا کی چھ زبانوں (عربی، انگریزی، فرنچ، اردو، فارسی، ترکی) میں پڑھی جارہی ہے اور جس کے متعلق مشہور مستشرق پروفیسر سارجنٹ (کیمبرج یونیورسٹی) کو کہنا پڑا کہ اگر برطانیہ میں کسی کتاب کی درآمد پر پابندی لگانے کا رواج ہوتا تو میری سفارش ہوتی کہ اس کتاب کے داخلہ پر پابندی عائد کی جائے اس لئے کہ اس کتاب میں صرف مغربی تہذیب کی مذمت کی گئی ہے:
جس کو پڑھ کر مغربی دنیا کے نامور فاضل لندن یونیورسٹی میں مڈل ایسٹ سکشن کے چیرمین ڈاکٹر کنگھم نے ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا کہ "اس صدی میں مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کی جو کوشش بہتر سے بہتر طریقہ پر کی گئی ہے یہ اس کا نمونہ اور تاریخی دستاویز ہے۔"
جس کو پڑھ کر عالم اسلام کے نامور مفکر اور مشہور صاحب قلم سید قطب شہید نے ان الفاظ میں داد دی کہ "اس موضوع پر تمام قدیم و جدید لٹریچر میں چند بہترین کتابیں جو میری نظر سے گزری ہیں ان میں یہ کتاب خاص مقام رکھتی ہے یہ کتاب تاریخ نویسی کا ایک کامیاب نمونہ ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مسلمان کو یورپ کے اسلوب نگارش سے بے نیاز ہو کر تاریخی مباحث پر کس طرح قلم اٹھانا چاہئے، اور کس انداز سے اس کو مرتب کرنا چاہئے۔"
جس کو مشرق وسطی کی عظیم تحریک اخوان المسلمین نے اپنے تربیتی کورس میں داخل کیا اور سعودی عرب کی وزارت تعلیمات نے اپنے کالجوں کے نصاب میں جگہ دی۔
جو مشرق کے لئے ایک تازیانہ اور مغرب کے لئے ایک چیلنج ہے۔
اردو ایڈیشن معیاری کتابت و طباعت مجلد ۱۲/- انگریزی ۲۲/-
مجلس تحقیقات و نشریات اسلام پوسٹ بکس ۱۱۹ لکھنؤ
(دارالعلوم ندوۃ العلماء)

دانشمندی اور تنظیم کے ساتھ اخلاص کی ضرورت

مولانا سید محمد الحسنی ندوی مرحوم

★

آج دعوت اسلامی جس چیز کی شدید محتاج ہے اور جس کا نقدان مفکرین و مصلحین عصر حاضر میں محسوس کر رہے ہیں وہ اخلاص عمل اور روشن ضمیری ہے۔ آدمی ذہین و ذکی تو ہوتا ہے وہ متبحر عالم اور جادو بیان مقرر بھی ہوتا ہے لیکن جس جوہر سے عاری ہوتا ہے وہ اخلاص عمل ہے۔ وہ صرف شہرت کا متمنی اور جاہ و منصب کا بھوکا ہوتا ہے۔ کبھی لوگوں پر اس کا اثر و رسوخ بھی ہو جاتا ہے اور اس کی بات بھی سنی جانے لگتی ہے اور ایک بڑی تعداد اس کی صلاحیت سے فائدہ بھی اٹھاتی ہے اور جس سے ان کی زندگی کی روش بدل جاتی ہے بہتوں کو اس سے ایمان کی حلاوت بھی نصیب ہو جاتی ہے لیکن خود اسکی ذات کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا اور اپنی ذات کو ہلاکت سے نہیں بچا پاتا ہے اس لئے کہ اس کا مقصود اصلی یا تو صرف ریا و نمود ہوتا ہے یا تو دکھاوا کوئی کام کر جاتا ہے یا شرف و بزرگی کا حریص اور شہرت و نام آوری کا خواہاں بن کر اس راہ میں جد و جہد کرتا ہے جس سے اس کی تعریف کا چرچہ ہر خاص و عام کی زبان پر ہوتا ہے، تمام لٹریچر اسی کی تعریف سے پُر ہوتے ہیں یا دوسرے لفظوں میں "ہر جگہ اسی کا طوطی بولتا ہے"، اور ہر سمت سے لوگ اس پر ٹوٹے پڑتے ہیں اور اس کو نمونہ سمجھتے ہیں۔ لیکن باوجود ان تمام صفات و کمالات کے وہ تہی دست اور بے مایہ ہوتا ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول بالکل صادق آتا ہے،

" الذین یحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا فلا تحسبنھم بمفازۃ من العذاب "

چنانچہ اسلامی زندگی اخلاص عمل کی رعایت اور اس کی حفاظت ایک اہم اور مرکزی نقطہ کی حیثیت رکھتی ہے، اور اس کے ذریعہ ان چور دروازوں کو بند کرنے پر زور دیا جاتا ہے جن سے فساد داخل ہوتا ہے اور جس سے اخلاص کی بنیاد بل کر رہ جاتی ہے، شاید چور دروازوں میں سب سے اہم خود فریبی اور اپنے ہی کاموں کو لائق قبول سمجھنا ہے اس گندگی کا ایک قطرہ ہی ہر قسم کی نیکی خوبی و کمال، دعوت کے میدان میں کد و کاوش اور سابقہ تمام قربانیوں کو خاک میں ملا دیتا ہے۔ خود فریبی دل انسان میں اس طرح چپکے چپکے گھر کر جاتی ہے جیسے درخت کی جڑوں میں پانی سرایت کر جاتا ہے یا جیسے شراب کا اثر انسانی رگوں میں دوڑ جاتا ہے یا نیند کا اثر دھیرے دھیرے غنودگی پیدا کر دیتا ہے اور آدمی ہر طرح سے مغلوب ہو کر رہ جاتا ہے۔ چنانچہ جب اللہ کی مدد شامل حال ہوتی ہے تبھی اس سے نجات ملتی ہے نہ کہ اس کی کوشش اور محنت سے ــــ حالانکہ بندہ کو اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے حتی الامکان جد و جہد کرنا ضروری بھی ہے۔ یہاں عرفان نفس اور فریب نفس کے فرق کو واضح کرنا ضروری اور مناسب معلوم ہوتا ہے، عرفان نفس ایک اچھی چیز ہے اور لائق مبارکباد ہے حدیث شریف میں اس کی جگہ جگہ یوں تعریف بیان کی گئی ہے کہ " من عرف نفسہ عرف ربہ " اسی طرح قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے " بل الانسان علی نفسہ بصیرۃ " دوسری جگہ قرآن حکیم میں ہے " و اما بنعمۃ ربک فحدث "۔

شاعر مشرق علامہ اقبال اس کی تعریف خودی کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں سے

خودی ہے زندہ تو موت ہے اک مقام حیات
کہ عشق موت سے کرتا ہے امتحان ثبات

رہا فریب نفس کا معاملہ تو وہ عرفان نفس کے بالکل برعکس ہے۔ وہ اللہ کے شکر سے یکسر خالی اور وہ نصیحت آموزی و عبرت پذیری کے جذبہ سے بالکل عاری ہوتا ہے، اور اسی میں آدمی اپنے ہر کمال و خوبی کو اپنے ہاتھ کی کمائی سمجھتا ہے۔ اس کو قرآن کریم قارون کی زبان سے یوں ادا کرتا ہے " انما اوتیتہ علی علم عندی " اس کے برعکس اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہمارے اعمال خالص اس کی رضا کے لئے ہوں اور نفاق و کبر کے شائبہ سے پاک اور شہرت و انانیت سے خالی ہوں یہی اس حدیث کا مطلب ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے " لا یومن احدکم حتی یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ " اور وہ اہم و نازک مقامات جہاں قدم ڈگمگا جاتے ہیں اور جہاں فلک بوس پہاڑ بھی لرز کر رہ جاتا ہے۔ وہ، وہ مقامات ہیں جن کو قرآن نے " خائنۃ الاعین " اور " وما تخفی الصدور " کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ آنکھ خیانت کرتی ہے اور اپنے لئے سرسبز و شاداب جگہ اور خوبصورت مناظر کی تلاش اس طرح کرتی ہے کہ غیر کو اس کے خوابوں و آرزوؤں کی خبر بھی نہیں ہوتی ہے اسی طرح دل و جگر نئے آرزو اور خوابوں کے سہارے زندہ رہتے ہیں اور انسان سمجھتا ہے کہ یہ افضل خالص دینی عمل ہے، جس میں دنیاوی مقاصد و اغراض کا کوئی حصہ و شائبہ بھی نہیں ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک متبعین کی کثرت، تخلیقات کی بہتات وسعت معلومات اور وسائل و اسباب کی فراہمی کا کوئی اعتبار نہیں، بلکہ اعتبار اس تعلق کا ہوتا ہے جو داعی کو اپنے رب کے ساتھ ہوتا ہے۔ قول و فعل میں، ظاہر و باطن میں، رنج و راحت میں اور آسائش و آزمائش میں اللہ کے ساتھ اس کا تعلق کیسا ہے؟ جب داعی کے ارادے نیک اور مقاصد اچھے اور اس کا وہ ربط و تعلق جو مع اللہ ہے اس کو کماحقہ نبھایا ہو تو اس کی زندگی امن و امان کے ساتھ کامیابی و نجات سے ہم کنار ہوتی ہے اور اس کو ان اشعار کے پڑھنے کا حق ہو گا سے

گلہ نہیں جو گریزاں ہیں چند پیمانے
نگاہ یار سلامت ہزار میخانے

حاصل کلام یہ ہے کہ موجودہ حالت میں ہم کو جس چیز کی شدید ضرورت ہے وہ اخلاص عمل کا نقدان اور وفاشعاری و وفاداری کی قلت و کمیابی ہے جس میں ضرورت سے زیادہ بڑھی ہوئی شخصی مصلحت، وقتی منفعت، انفرادی انانیت اور جاہ و مال کی محبت ہر روحانی اقدار پر غالب آگئی ہے، اخلاص سے قطع نظر اس کا حصول جوئے شیر سے کم نہیں، یہ اخلاص ایثار و قربانی نیز نفس کشی اور بے لگام خواہشات پر قابو پائے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی قرآن کا ارشاد ہے " لولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ ما زکی منکم من احد ولکن اللہ یزکی من یشاء "

دوسری چیز جس کی دعوت اسلامی کو ضرورت ہے وہ اخلاص کے ساتھ ساتھ دینی فراست اور تنظیمی صلاحیت کا ہونا ہے۔ قرآن نے انبیاء کرام کی صفت بیان کرتے ہوئے یوں کہا۔ " اولی الایدی والابصار "۔

بہر کیف وہ تخریبی تحریکیں جن سے عالم اسلام دو چار ہے اور مغربی تہذیب جس کی دلکشی اور فریب لوگوں کے دل و دماغ کو مسحور کئے ہوئے ہے۔ اس سے مقابلہ کرنے کے لئے غیر معمولی ذہانت اور بہترین نظم و نسق کی ضرورت ہے (اس لئے کہ جب تک اینٹ کا جواب پتھر سے نہ دیا جائے حریف قائل نہیں ہوتا) اس طرح سیلاب کے تند و تیز دھارے کا رُخ موڑنے کے لئے اس کے مطابق طاقت و قوت کی ضرورت ہے اور یہ حقیقت ہے کہ مغرب کا مادی ذہن اخلاص سے محروم ہے اور مشرق صحیح اسلامی ذہن و شعور اور تنظیم و معاشرت کے اعتبار سے فائق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب تک ہم نے نظم و ضبط میں اخلاص سے کام لیا اور اپنا تعلق اللہ سے جوڑے رکھا اس وقت تک رفتار زمانہ اور اس کی ہمنوائی ہمارے ساتھ رہی اور ہم اپنے حریف کے مقابلہ میں زیادہ قوی اور ثابت قدم رہے۔ اسی کو قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے " کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ "۔

" اخلاص " دعوت اسلامی میں ہمیشہ مرکزی نقطہ کی حیثیت رکھتا ہے لیکن یہ اخلاص اس قلب کی طرح ہے جس کو اپنا کام کرنے کے لئے اعضاء و جوارح کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح یہ " اخلاص " اس نگاہ و نظر کی طرح ہے جس کو کام پورا کرنے کے لئے دست و بازو کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگرچہ تنہا اخلاص ہی انسان کی ذات کو ابدی ہلاکت سے بچانے اور جنت دلانے کے لئے کافی ہے۔ کیونکہ نفس " اخلاص " کو اپنانے کے لئے کسی خاص صلاحیت کی ضرورت نہیں نیز اس کے لئے کسی ذہانت و واقفیت کی بھی ضرورت نہیں اسی طرح دخول جنت کے لئے کامیاب منتظم کار ہونے کی بھی ضرورت نہیں اس لئے کہ اخلاص ایک ایسا قیمتی جوہر ہے جو نایاب اور کم یاب ہے اور ساری نیکیوں کی جان ہے اسی وجہ سے عند اللہ مقبول و محبوب بھی ہے، قرآن بصراحت اعلان کرتا ہے " یوم لا ینفع مال ولا بنون الا من اتی

(بقیہ ص۱۳ پر)

جماعتی زندگی یا جماعت پرستی

از: الحاج عبد الکریم پاریکھ (ناگپور)

اللہ نے دین حق کا آخری پیغام (MESSAGE) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ بھیجا اسی دور سے اہل ایمان کو جماعتی زندگی گذارنے کی تلقین کی گئی، ساتھ ہی ساتھ اس کے اصول، جماعتی زندگی کے آداب، شخصیات کا احترام، ذمہ داروں کی اطاعت اور ان کا درجہ ان سب امور کے بارے میں قرآن اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ذریعہ عام انسانوں کو خاص کر اہل ایمان کو پوری پوری ہدایات دے دی گئیں۔

جماعت کے افراد کے حقوق انکے فرائض دوسری طرف اولوالامر یعنی جماعت کے منصب پر فائز شخصیات کے اختیارات کے حدود بھی اللہ اور اسکے رسول کے احکامات کے تحت دیے گئے کسی بھی تعلیم اور نمونے میں جھول، سہو یا غفلت نہیں برتی گئی،

" کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر "

(آل عمران ۱۱)

(تم وہ بہتر امت ہو جو نکالی گئی ہو انسانوں کے لئے بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا تمہارا کام ہے اور تم ہی لوگ ہو جو اللہ پر ایمان کے داعی ہو)۔

" ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر (تا) مفلحون "

(آل عمران ۱۰۴)

(تم میں ایک جماعت تو ہونی ہی چاہئے جو بھلائی کی طرف دعوت دیتی رہے اچھے کام کرنے کا حکم دیتی رہے اور بُرے کام کرنے سے منع کرتی رہے، یہی لوگ پورے طور پر کامیاب ہوں گے)

ان دونوں آیات میں اہل ایمان کی جماعتی زندگی کی غرض و غایت بیان کی گئی ہے اور حسب ذیل آیت نے جماعتی افراد اور ان کے ذمہ داروں کے درجات کی حد بندی اور ان کے باہمی معاملات کو اللہ اور رسول کے تابع کر کے ہر قضیہ کا فیصلہ کر دیا، چاہے وہ قضیے پہلے کے ہوں یا بعد میں وجود میں آئے ہوں۔

" اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر (تا) احسن تاویلا "

(النساء ۵۹)

(اے ایمان والو! حکم برداری کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی اور تم میں سے جو صاحب حاکم ہوں ان کی بھی، پھر اگر کہیں تم میں کسی چیز میں بھی تنازعہ اٹھے تو اس معاملے کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو وہاں سے جو فیصلہ ملے اسی پر سب کے سب قائم رہو اگر تم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والے ہو تو اسی میں تمہارے لئے بھلائی ہے اور اس کا انجام بھی اچھا ہوگا)۔

" عسی اللہ ان یجعل (تا) غفور رحیم "

(یہ بہت ممکن ہے کہ جن لوگوں سے تمہاری دشمنی اور عداوت ہے اللہ تعالیٰ اسے دوستی میں بدل دے گا اللہ تو قادر مطلق ہے اور اللہ غفور اور رحیم ہے)۔

اس آیت سے اہل ایمان کی جماعتی کوشش اور جد و جہد اگر حالات کے تحت قتال کے رخ پر ہے تو اسے عارضی قرار دیا کہ حالات جیسے ہی بدل جائیں گے اور عام زندگی فطری معمول پر آجائے گی ویسے ہی قتال موقوف ہوگا اور اصلاح عامہ، دعوت، خدمت خلق، تبلیغ یہ کام پھر جوں کے توں اپنے دھارے پر برابر انجام دیے جائیں گے اور قتال کے علاوہ ان کاموں میں بھی جماعتی زندگی ہی زیادہ نفع بخش ہے گو انفرادی طور پر بھی کام کرتے جانا منع نہیں ہے بلکہ ضروری ہے کہ جیسے حالات ہوں اس کے مطابق عمل ہو جانا چاہئے۔

اہل ایمان قتال اور جہاد میں ثابت قدمی اور طاعت کے تحت جم کر کام کرتے رہیں اس کی انھیں بشارت بھی دی گئی اور اس کے آداب سے بھی واقفیت کرا دی گئی۔

" ولما رای المومنون الاحزاب قالوا ھذا ما وعدنا اللہ ورسولہ وصدق اللہ ورسولہ وما زادھم الا ایمانا وتسلیما "

(الاحزاب ۲۲)

(جب ایمان والوں نے لشکروں کو دیکھا کہ ٹوٹے پڑتے ہیں تو بولے کہ یہی تو وعدہ ہے اللہ اور اس کے رسول کا اور سچ فرمایا تھا اللہ نے اور اس کے رسول نے اور حملہ کرنے والے لشکروں کے آنے سے ان کا ایمان اور بڑھ گیا اور تابع فرمانی خوب خوب کرکے ایمان کا ثبوت دے چکے۔

پھر احادیث نبوی کا سنت رسول صحابہ کی اجتماعی زندگی کے واقعات تو جماعتی تربیت کے ہر ہر اصول بلکہ جزء تک میں پورا پورا نمونہ ہمیں بتا دیتے ہیں تو ظاہر ہے کہ ایسا مضبوط اور انتظامی دین دین قیم رکھنے والی امت اسلامی جماعتی بندوبست سے غافل کیسے رہ سکتی تھی۔

لیکن افسوس کہ کربلا کے حادثے کے بعد مسلمانوں کا جماعتی نظم متاثر ہوا اور پھر حالات کے تحت جیسے جس کو ضرورت تھی برابر اپنی جماعتی زندگی گذارتا رہا اور کیوں نہ ہوتا کہ جب اس دین کا مزاج ہی جماعتی مزاج ہے۔ نماز با جماعت، جمعہ جماعت کے ساتھ، نماز جنازہ جماعت کے ساتھ زکوٰۃ اور صدقات عشر کا نظم جماعت کے ساتھ لیکن یہ دین فطرت کی برکت ہے کہ کسی زمانہ میں اگر ایسا وقت آئے کہ جماعتی نظم پر کام کرتے بن نہ پڑے تو پھر آدمی اکیلا بھی اپنے فرائض سے غافل نہ رہے اور نماز، روزہ، تعلیم و تربیت، خیر و خیرات، صدقات، زکوٰۃ، تبلیغ و دعوت غرض ہر طرح کے دینی امور کے کام خود ہی برابر انجام دیتا رہے۔

ابتدا میں مسلمانوں میں جو جماعت دینی تھی وہی جماعت اصلاحی تبلیغی تھی۔ سیاسی امور اور انقلابی الٹ پھیر میں بھی وہی جماعت سب کام انجام دیتی تھی لیکن امت جب بکھر کر ٹولیوں کی شکل میں بٹی تب یہ مزاج نہ رہا اور ہر کام کے لئے الگ جماعت بنانا ضروری ہو گیا۔

جیسے تعلیم و تدریس کا نظام خاص کر کے علماء ربانی نے سنبھال لیا تھا اور امدادی کاموں رفاہی ادارے وغیرہ کے کاموں میں ان لوگوں نے اپنا فریضہ ادا کیا جو حضرات میں علماء کرام سے کم درجہ کی حیثیت رکھتے تھے اور پچھلے ۱۵۰ برس میں دنیا کے مزاج میں سیاست نے اپنا ایک مقام پیدا کیا تو مسلمانوں کی سیاسی جماعتیں بھی وجود میں آگئیں لیکن بدقسمتی سے سیاسی جماعتیں اپنا اقتدار اور منصب عہدہ اور اختیارات میں قرآن و سنت کی پابندی کو بوجھ سمجھنے لگیں۔ اس طرح دین و سیاست دو الگ الگ راستے بن گئے۔

ملک کی تقسیم کے بعد ہندوستان میں ہر ماہ ہر سال نئے نئے حالات سے ملت اسلامی کو واسطہ پڑتا رہا۔ الحمد للہ ہندوستانی مسلمان دوسرے ملکوں کی مسلم آبادی کے مقابلہ میں دینی و ملی اعتبار سے زیادہ سخت جان ثابت ہوا اور اس کے جسد ملی کو باقی رکھنے کے لئے ہر موقع پر اس ملت میں برابر اہل حق، اہل فکر، اہل اصلاح، اہل علم اٹھتے رہے اور ملت کی ہر ضرورت کے موقع پر انہیں برابر رہنمائی دیتے رہے۔

دینی مدارس کا نظم و ضبط علماء کرام نے الحمد للہ اچھی طرح سنبھال لیا اور اس راہ سے امت کو خیر کی ہر سلسبیل حاصل ہو گئی جو رہتی دنیا تک ہمیں انشاء اللہ سیراب کرتی رہے گی۔ انھیں علماء کرام میں

سے ایک بڑے طبقے نے استخلاص وطن کی تحریک جاری کی اور انگریزوں کے مقابل لڑے اور شہید ہوئے، جیلوں میں گئے، پھانسی پر لٹکائے گئے، بعض کے گھر کھدوا کر انگریزوں نے انہیں کالا پانی بھیج دیا۔ لیکن انھیں علماء نے انگریزی سامراج کو ادھ موا کر دیا۔ بعد میں آنے والوں کو ملک کی آزادی میں جو تحریک بھی چلانے کا موقع ملا وہ ان علماء اسلام کی قربانیوں کے سبب ہی کامیاب رہا ورنہ شاید پچاس برس اور انتظار کرنا پڑتا اور انگریز سے لوہا لینے میں ہمارے سیاسی اور انقلابی رہنماؤں کی کلائیاں خوب زخمی ہوتیں لیکن علماء نے پہلا اور تازہ وار انگریزوں کا خود اپنے آپ پر جھیل کر انقلاب کو آسان کر دیا۔ جزاءھم اللہ خیر الجزاء۔

اب تک علماء کرام اور خالص دینی طبقہ ہی تمام حالات میں رہنمائی کرتا رہا۔ لیکن انگریزوں کے جبروتی دور میں اور ملک کی آزادی کے بعد ایسے حالات نہ رہے کہ ہر کام میں علماء ہی آگے آکر قیادت کر سکیں بلکہ کہیں تو علماء کی قیادت میں کچھ کام ہوا اور زیادہ مواقع پر دوسرے طبقے کے لوگوں نے قیادت کی مثلاً انگریزی تعلیم کا مسئلہ، سرکاری نوکریوں کا معاملہ اسمبلیوں اور پارلیمنٹ میں سیٹوں کا معاملہ پھر کانگریس، مسلم لیگ، احرار پارٹی، خدائی خدمت گار، لال کرتا سرخ پوش دل، آزاد ہند فوج، خاکسار پارٹی، خلافت کمیٹی، نیشنلسٹ پارٹیاں، ملک خضر حیات خاں کی سیاسی جماعت اور جمعیۃ العلماء ہند، اتحاد المسلمین، تعمیر ملت وغیرہ، گاندھی جی کا عدم تشدد کا فلسفہ اور ملک کی آزادی پنجاب میں انگریزوں کی وجہ سے قادیانی نبوت کا چلن اور یوپی میں رضا خانی تحریک جسے پورے ملک کے ہر طبقہ کے علماء اور عوام کو جو ان کے سوا ہوں سب کو کافر بنا دیا۔ ادھر سیرت کمیٹی ضلع لاہور کی اصلاحی و دینی تحریک پھر جماعت اسلامی اور تبلیغی جماعت کا وسیع تر کام اس میں دونوں جماعتوں کا دائرہ کار ملکوں ملکوں میں پھیل کر عالمی سطح کا ہو گیا۔

ادھر تبلیغی محاذ پر دیوبند، سہارنپور، جامعہ ملیہ، علی گڑھ، ندوۃ العلماء اور ان کے فکر کے ہزاروں لاکھوں ادارے اور مدارس وجود میں آگئے، اسی طرح تصنیف و تالیف میں بھی شعر و سخن، تاریخ، ترجمہ قرآن، تراجم حدیث، فقہ، فن قرات، حفظ قرآن اور فن تفسیر دوسری جانب مسلک اہل حدیث، احناف، شوافع اور دوسرے مسلک پر بھی خاصا کام ہوا ان اچھے بھلے کاموں میں اور بعض بُرے کاموں میں جیسے کہ قادیانی تحریک اور رضا خانی فرقہ اور منکرین حدیث کے گروہوں میں کبھی کبھی علماء شریک بھی ہوئے اور کبھی تائب ہو کر واپس بھی ہو گئے۔ لیکن الحمد للہ طبقہ علماء و صلحاء امت میں اجتماعی بگاڑ کبھی نہیں آیا۔ اکا دکا واقعات ہی ظہور میں آئے اور علم کی نورانی چادر پر کبھی کبھی ہلکے ہلکے سیاہ چھینٹے کے سوا کچھ خاص بگاڑ کی شکل پیدا نہ ہوئی جیسی کہ طبقہ علماء میں اکثر مصر و شام میں سرکاری مفتیوں کو اور بخارا، تاشقند میں طبقہ علماء کا اشتراکی تحریک کے آگے اپنے آپ کو ڈال دینا الحمد للہ یہ گراوٹ ہندوستان میں نہیں آئی، لیکن امت کا جو ابتدائی جماعتی طرز کا کام تھا اس کے دوبارہ احیاء میں روس کی کمیونسٹ پارٹی جرمن میں ہٹلر کی جماعت فاشسٹ تحریک کے اثرات سے بھی مسلمان محفوظ نہ رہ سکے بلکہ اپنے جماعتی ڈھانچے اور کردار میں غیر اسلامی تنظیموں کا مزاج اور طور طریقہ گھسیٹ لائے۔

اب حالات یہ ہیں کہ ایک اچھا کام جسے جماعتی طرز پر کرنا چاہئے برابر ہوتا رہتا ہے، لیکن اب یہ جماعتی زندگی جو اسلام میں انسانوں کی ایک فطری ضرورت ہے جماعت پرستی کے مرحلہ میں آنے لگی ہے اور آپسی رقابتیں اور مار اماری، اخباری بیانات، الزام تراشیاں، شخصیات پر حملے حتی کہ ان کی نیتوں کے خلوص پر بھی شک و شبہ، یہ سب کچھ ہمارے ملک کی مسلم جماعتوں کے اندر پنپ رہا ہے کیا ہی اچھا ہو کہ ہر مسلم جماعت، ادارہ اور گروہ اپنی اجارہ داری کا ڈھنڈورہ نہ پیٹتے ہوئے دوسرے مسلک کے داعیوں کا بھی ادب و احترام ملحوظ رکھے ورنہ اب میری آنکھیں ان حالات کو دیکھ رہی ہیں کہ مسلمان اپنی ۵۰ فی صد طاقت آپسی اختلافات میں ہی فنا کر ڈالے گا۔ خدا نہ کرے ایسا ہو اگر ایسا ہوا تو یہ خسران مبین سے کم نہیں۔

کھول کر آنکھیں مری آئینۂ گفتار میں
آنیوالے دور کی دھندلی سی اک تصویر دیکھ

اس مضمون کے لکھنے کا تقاضا یوں ہوا کہ اول اول اختلاف اعلیٰ سطح کے لوگوں میں ہوتا ہے لیکن اسے اسی سطح پر حل نہ کیا جائے اور عوام میں بات چلائی جائے تو بات کا بتنگڑ ہوتا ہے، اصلاح ہوتی نہیں مصلحین کے مقاصد میں کامیابی بھی نہیں ہوتی، غیروں کی محفل میں جگ ہنسائی الگ اور ملت کے ٹوٹنے بکھرنے کے مواقع سامنے آتے ہیں۔ اخبار میں اختلافی بیانات سے ملت کی ہوا اکھڑتی ہے۔

کیا اس کا کچھ بھی علاج نہیں کیا جا سکتا؟ کیوں نہیں کامیاب علاج ہے اور ضرور کیا جا سکتا ہے اس شرط پر کہ شخصیات، جماعتیں، ملت اور امت کا تصور صاف اور واضح کیا جائے۔

شخصیات چاہے کتنی ہی بڑی ہوں کیا وہ دور اول کے اصحاب رسول پر نقد و جرح کریں یہ مناسب ہے؟ کیا اس کی اب کوئی ضرورت ہے کہ ہم اپنے اسلاف کے کارناموں کی غلطیاں ڈھونڈ ڈھونڈ کر غیروں کو اس سے مطلع کریں۔ سابق میں جو افراد اس امت میں گذر چکے ہوں وہ بھلے تھے تو ان پر جرح و تنقید سے گناہ کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں اور اگر کہیں واقعی اس پر قلم چلانے کو کسی کا جی چاہے تب بھی گناہ کے سوا کیا ہاتھ آئے گا۔ قرآن نے کیا خوب کہا ہے۔
"تلک امۃ قد خلت (تا) یعملون۔ (البقرہ ۱۴۱)
(یہ امتیں گذر گئیں ان کا کیا ان کے ساتھ اور تم جو کرو گے وہ تمہارے ساتھ ہوگا اور ان کے کسی بھی عمل کے بارے میں تم سے کوئی پوچھ گچھ اور سوال نہیں کیا جانا ہے)۔

دوسری بات یہ مان لینی چاہیئے کہ امت، ملت یا دین کی خدمت میں یہ کچھ ضروری نہیں کہ دوسروں کو سراسر غلط قرار دیکر ہی کوئی کام کیا جا سکتا ہو۔ بلکہ ہم جو کچھ کر سکتے ہیں اس طرز پر کریں کہ گویا ایک بڑے مکان میں آگ لگی ہے اور اسے بچانے کے لئے ہر طرح سے لوگ اپنے اپنے طور پر آگ بجھا رہے ہیں۔ کوئی ہاتھ سے پانی ڈال رہا ہے تو کوئی ریت ڈال کر آگ بجھانے کی کوشش کرتا ہے تو کوئی جلتے گھر کا سامان نکالنے میں مصروف ہے کہ اور طرف اس کی توجہ ہی نہیں اور کسی صاحب کو اگر زیادہ سوجھ بوجھ ہے اور جلتے مکان کو غور سے دیکھنے کے بعد وہ یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ جلتی آگ کو روکنے کے لئے مکان کی چھت کا . . . فلاں حصہ اگر بیچ میں سے توڑ دیا جائے تو آگ کو آگے جلنے میں غذا نہ ملنے پر رک جانا ممکن ہوگا اس ہنگامہ میں سرکاری طور پر آگ بجھانے کا عملہ بھی اپنے کام میں مصروف ہے اب مجھے بتایئے کہ آگ بجھانے میں طریقہ کار کا اختلاف ہونے کے باوجود بھی سب کے سب جلتے مکان کو بچانے میں مصروف ہیں۔ اب یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ آگ بجھانے میں ہم مخلص ہیں اور دوسرا غیر مخلص بس یہی مثال اس امت کی ہے کہ اپنے اپنے طور پر کام کرتے رہیں حالات کے تحت صلاح و مشورہ بھی کرتے رہیں لیکن کسی طرح بھی دوسرے کے مقابل صف آرا ہو کر ایسی مارا ماری میں ہرگز مشغول نہ ہوں ورنہ مکان جل جائے گا اور پوری طرح جل جائے گا اور مصلحین صرف اختلاف ہی کرتے رہ جائیں گے۔

اس معاملہ میں اب یہ بہت ضروری ہو گیا ہے کہ ہم جماعتی زندگی گذاریں یا کسی کام کے انجام دینے کے لئے تنظیم بنائیں لیکن جماعت پرستی میں ہرگز مبتلا نہ ہوں کہ حق صرف ہمارے پاس ہے اور حق کی اجارہ داری بھی ہم کو حاصل ہے کسی کی اصلاحی بات پر ہم کان دھرنے کو تیار نہیں، اندھی جماعتی عصبیت ہم کو نفس کی غذا اور لذت تو دے سکتی ہے لیکن حق کی خدمت کے لئے موقع ہرگز نہیں دے گی۔

بعض ملی دینی اور اصلاحی جماعتوں نے علماء سے بیر مول لیا اور آئے دن دونوں طرف کے بیانات اخبار کی زینت بنتے ہیں اور تعجب کی بات یہ ہے کہ اس امت میں علم دین کے محافظ جب علماء کرام ہیں تو دوسروں کو چاہیئے کہ دینی کاموں میں علماء کے مشورہ کو قبول کریں اور اپنی اصلاح و تربیت سے غافل نہ رہیں۔

میں یہ مانتا ہوں کہ اسلام میں کوئی Devineship نہیں یہاں بندہ اور خدا کے بیچ کوئی دلال نہیں لیکن علم دین

(بقیہ صفحہ ۱۳ پر)

ایک سوال اور اس کا جواب

مکرمی! سلام مسنون

ادھر کچھ دنوں سے "تعمیر حیات" پڑھ رہا ہوں اور اس کے مضامین و مقالات سے متاثر بھی ہوتا ہوں، مگر ابھی تک یہ بات سمجھ میں نہیں آسکی کہ ہندوستان میں اتنے بڑے دینی تعلیمی اداروں کے ہوتے ہوئے آخر ندوۃ العلماء کے قیام کی ضرورت کیا تھی، آخر اسکے تخیل اور لائحہ عمل میں ندرت کیا ہے جس کی بناء پر آپ حضرات بار بار اس قدر اصرار اور قوت سے اس کی دعوت دیتے ہیں، اس کے نہ ہونے سے کون سا کام ہے جو نہیں ہو رہا ہے اور جس کے لئے ندوۃ العلماء وجود میں آیا ہے۔؟

امید ہے کہ تشفی بخش جواب دیں گے۔ والسلام

مخلص

محمد ہارون۔ بمبئی

(ایڈیٹر) یہ اور اس طرح کے سوالات ہمارے لئے نئے نہیں ہیں ابھی تک بعض بزرگوں کو تنگ خول میں بند ان کے مریدوں نے سمجھا رکھا ہے کہ ندوہ جدید طرز کا ایک کالج ہے، وہاں ایک انگریز کا اسٹیچو بھی نصب ہے، وہاں تو صرف جدید عربی پڑھائی جاتی ہے، دینیات کے مضامین کا وجود تک نہیں۔ غرضکہ تعصب اور تنگ نظری نے ابھی تک ندوہ کے وجود کو حلق سے نیچے اترنے نہیں دیا،

"چشم آفتاب را چہ گناہ"

ان سب سوالات کے جواب میں ہم ان لوگوں کو ندوہ دیکھنے کی دعوت دیتے ہیں، جہاں تک ہمارے مراسلہ نگار کے سوال کا تعلق ہے ہم اس کے جواب میں مولانا سید محمد الحسنی ندوی مرحوم کا ایک مضمون پیش کرنا کافی سمجھتے ہیں جس میں مراسلہ نگار کے لئے تشفی کا سامان موجود ہے۔

ندوۃ العلماء قلب و دماغ کی اس دوئی کو ختم کرنے کے لئے وجود میں آیا ہے جس کی وجہ سے مادیت اور نفس پرستی ایک منھ زور اور بے لگام گھوڑے کی طرح ہو گئی ہے، جس کی دسترس سے دنیا کا کوئی اخلاقی اصول، کوئی شرافت اور کوئی ضمیر محفوظ نہیں، اور ایثار و ہمدردی، انسانیت و شرافت، محبت الٰہی، جذبۂ خدمت اور انسان کے لطیف ترین احساسات و جذبات اور اعلیٰ اقدار کو اس بھری دنیا میں منھ چھپانے کے لئے بھی کوئی جگہ نہیں مل رہی ہے۔

جس کی وجہ سے پوری انسانیت دو گروہوں میں تقسیم ہو گئی ہے، ایک گروہ نے دنیا کو اپنی موروثی چراگاہ سمجھ لیا ہے اور اس کو اب کسی چیز کی حرمت و ناموس کا پاس اور کسی مسئلہ میں حلت و حرمت کا خیال نہیں، وہ صرف معدہ اور دماغ سے سوچتا اور اخلاقی چیزوں کو بھی میٹر سے ناپتا اور تولتا ہے، وہ دل کی صورت تو رکھتا ہے لیکن دل کی حقیقت سے محروم ہے اور اس رہی سہی صورت سے بھی بیزار ہو کر مصنوعی دل اور مصنوعی پھیپھڑوں سے کام نکال لینا چاہتا ہے تاکہ احساس کی وہ خفیف لہر اور ضمیر کا وہ لطیف ارتعاش جو کبھی کبھی اس میں حرکت پیدا کر دیتا ہے وہ بھی ہمیشہ کے لئے فنا ہو جائے اور یہ آخری کانٹا بھی اس کے پہلو سے نکل جائے۔

دوسرا گروہ دماغ کی اس حیلہ تراشی عقل کے اس ناجائز اور غلط استعمال، معدہ کی زور دستی اور شکم کی اس بالادستی سے تنگ آکر عقل کی کارفرمائیوں اور دماغ کی قوتوں کو بھی شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھنے لگا ہے اس نے دنیا کو پہلے گروہ کے رحم و کرم پر چھوڑ کر مدرسہ و خانقاہ میں پناہ لی ہے، وہ انسان کی ذہنی اور دماغی صلاحیتوں اور کارناموں سے خائف اس کے اثرات و نتائج سے غیر مطمئن اس کی اصلاح سے مایوس اور ان دونوں کے اجتماع اور صحیح توازن کو محال اور ناقابل عمل سمجھتا ہے۔

اگر دل و دماغ کی اس دوئی اور علیحدگی نے اور قلب و عقل کی اس کشمکش نے دنیا کو حقیقی امن و سکون اور روحانی مسرت سے محروم اور کانٹوں اور جراحتوں سے بھر دیا ہے، اگر اس نے انسانیت کو دو ایسے کناروں اور سروں کے درمیان لا کھڑا کر دیا ہے، جس کا فاصلہ بہت طویل اور جن کا اجتماع انسانیت کے حق میں بہت ناگزیر ہے اور جس کی وجہ سے نیک اور صالح جذبات، وسائل قوت سے تہی دامن، اور قوت و وسائل صالح و پاکیزہ جذبات اور نیک مقاصد سے محروم اور ناآشنا ہیں، اگر ان دونوں کے "بقاء باہم" اور متوازن نشو و نما سے دنیا کا کوئی مسئلہ حل ہو سکتا ہے، اور انسانیت کی چارہ سازی و مسیحائی ہو سکتی ہے تو بے شک "ندوۃ العلماء" اسی کے لئے وجود میں آیا ہے، اور یہ وہ کام ہے جو ایک مہم اور ایک نصب العین کی حیثیت سے کہیں نہیں ہو رہا ہے اور مدرسہ و میکدہ کسی جگہ اس کی طرف پوری توجہ نہیں ہے۔

"ندوۃ العلماء" نے روز اول سے اس اہم حقیقت پر اپنی بنیاد رکھی ہے اور اسکے بانیوں اور داعیوں اور فرزندوں اور خادموں نے حتی الامکان اپنی زندگی اور سیرت و کردار اور اپنی جد و جہد اور دعوت سے اس کا عملی مظاہرہ کیا ہے۔

"ندوۃ العلماء" "زبان و ادب کا رشتہ" اس زندہ اور دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ جوڑنا چاہتا ہے، جو یقین و اعتماد، توکل و تسلیم، شوق آخرت، خشیت و انابت، محبت الٰہی اور عشق رسول کی دولت جاوید سے مالا مال ہو جس میں منزل کی لگن، انسانوں کا درد و سوز اور خدا و رسول کے لئے ہر قسم کی نفس کشی اور ایثار و قربانی کا لازوال جذبہ موجزن ہو، وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس رشتہ اور اتصال کے بعد ہی ان علوم و فنون اور ادبی و تاریخی خزانوں میں کوئی قیمت پیدا ہو سکتی ہے اور اس کے جوہر کھل سکتے ہیں، اگر یہ نہیں تو یہ سب "سودائے خام" اور متاع بے اعتبار ہے۔

اس سے آگے بڑھ کر وہ یہ بھی سمجھتا ہے کہ قلب کی اس محرومی یا ناقدری کی وجہ سے یہ ساری علمی و ادبی جد و جہد اور سارے علوم و وسائل محض نامقبول اور نامعتبر ہی نہیں بلکہ انسانیت کے لئے وبال جان اور اس کے حق میں زہر آلود کانٹے ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ یورپ کے یہ عظیم وسائل آج پوری دنیا کے لئے بربادی کا پیش خیمہ بن گئے ہیں اور دنیا کے کسی ملک میں بھی معلومات اور وسائل کی کثرت انسانوں کو سکون فراہم کرنے سے قاصر ہے بلکہ ان کے لئے نئے نئے مصائب اور نئی نئی دشواریاں پیدا کر رہی ہے۔

اس کے نزدیک علوم نبوت کا مقام یہ ہے کہ ان کے حاملین و شارحین کی زندگی اسلام کا زندہ اور دائمی معجزہ ہو ان کے کردار سے ایمان و یقین کی شعاعیں پھوٹتی ہوں، ان کے پاس بیٹھنے سے خدا یاد آتا ہو اور اس دنیا کی بے حقیقتی اور بے ثباتی آشکارا ہوتی ہو ان کی صحبت سے ایمان میں اضافہ، یقین میں طاقت اور "لاخوف علیھم ولاھم یحزنون" (نہیں ہے ان کے لئے کوئی خطرہ نہ وہ رنجیدہ ہوں گے) کی کیفیت پیدا ہوتی ہو، ایک طرف ان کی زندگی ان احوال و کیفیات کی آئینہ دار ہو، دوسری طرف وہ بزدلی اور قراریت کے خوگر نہ ہوں بلکہ جرأت اور اعتماد کے ساتھ تلخ حقائق کا سامنا کریں۔

وہ دنیا کے تغیرات، جدید رجحانات، اور نئے سوالات سے نہ صرف بخوبی واقف بلکہ اس پر حاوی ہوں، بلند حوصلہ، عالی ظرف، فراخ دل اور بردبار ہوں اس لئے کہ قدم قدم پر اس دنیا میں ان کو تحمل اور صبر سے کام لینا پڑے گا۔ اور "واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ" پر عمل کرنا ہوگا۔

جب دل و دماغ کا یہ صحیح اور دوستانہ اجتماع عمل میں آجائے گا اس وقت وہ چول اپنی جگہ بیٹھ جائے گی جس کے ہٹ جانے سے کوئی کوشش کامیاب نہیں ہو رہی ہے، اور مایوسی کی گھٹائیں برابر بڑھتی آرہی ہیں۔

آج دنیا میں علم برائے علم، قوت برائے قوت، ادب برائے ادب کا نعرہ لگانے والے بہت ہیں، اور انھوں نے موجودہ لٹریچر میں

خدا ترسی اور آخرت طلبی کے لئے کوئی جگہ نہیں رکھی ہے، بلکہ اس کی بنیاد ہی دین بیزاری اور خدا دشمنی پر قائم ہے، انھوں نے اپنے سامنے کسی نیک مقصد کو نہیں بلکہ اغراض و مصالح کو رکھا ہے۔

ایسے بھی بہت ہیں جو ایمان و عقیدہ رکھتے ہوئے اور اپنے مذہب و تاریخ سے واقف ہوتے ہوئے بھی ان کے سحر کا شکار ہیں، اور اس کی وسعت و زرخیزی اور معیار جدت اور "کمال فن" سے مرعوب ہیں ایسے بھی ہیں، جنھوں نے اپنے قلب سے زیادہ علم و ادب اور تعلیم و مطالعہ کی طرف توجہ کی اور اس دل کی اہمیت نہ سمجھی جس پر سارے معاملہ کا انحصار ہے اور جس کے متعلق قرآن مجید کا ارشاد ہے۔ "یوم لا ینفع مال ولا بنون الا من أتی اللہ بقلب سلیم" (جس دن نہ مال کام آئے گا نہ بیٹے مگر وہ جو اللہ کے پاس محفوظ اور پاک دل لے کر آیا)۔

ایسے بھی بہت ہیں، جنھوں نے ان علوم و فنون اور ان وسائل و ترقیات کو "بادۂ ناب" کی مانند حرام سمجھ رکھا ہے اور اپنے محدود و مخصوص دائرے سے باہر نکلنے پر تیار نہیں۔

لیکن ایسے اشخاص اور ایسے اداروں کی تعداد بہت کم بلکہ شاذ و نادر ہے، جن کو عقل و قلب کی اس وسیع و عریض خلیج کا صحیح احساس اور ان نقصانات کا پورا اندازہ ہو جو اس کی وجہ سے نہ صرف ملت اسلامی بلکہ پوری نوع انسانی کو پہونچ رہے ہیں، اور جس کی وجہ سے مسلمان اس دنیا کے نقشے میں اپنا وہ صحیح مقام نہیں حاصل کر پا رہے ہیں جو "خیر امت" اور "امت متوسط" کے اعتبار سے صرف ان ہی کا حق ہے۔

"ندوۃ العلماء اس خلا کو پُر کرنے اور دل و دماغ کی اس مصنوعی غیر حقیقی اور غیر فطری علیحدگی کو ختم کرنے کے لئے وجود میں آیا ہے، وہ پورے خلوص، ہوش مندی، تحمل اور سنجیدگی کے ساتھ اس کے لئے جدوجہد میں معروف ہے، اور ہمیں مسرت ہے کہ اب اس کی آواز لوگوں کے لئے مانوس، اور اس کی دعوت اور نصب العین کو ان حلقوں اور مرکزوں میں بھی پسندیدگی اور سنجیدگی کے ساتھ دیکھا جا رہا ہے، جہاں ایک زمانہ میں اس کے ساتھ اجنبی اور ناپسندیدہ شخصیت کا سا معاملہ کیا جاتا تھا، ہمارے ملک کے حالات اور زمانہ کے انقلابات نے ہم سب کے لئے ایک اچھی فضا پیدا کر دی ہے، اور اس وقت سلجھے ہوئے صاف ذہن اور احتیاط و سلامت روی اور صبر و ضبط کے ساتھ ہمیں منزل کی طرف تیزی کے ساتھ بڑھنا چاہیئے۔

غافل منشیں نہ وقت بازی است
وقت ہنر است و کارسازی است

بیاد

مولانا محمد الحسنی مرحوم

حفیظ بنارسی

علی کے لختِ دل نورِ نگاہِ بوالحسن تھے تم
چمن نازاں ہے جس پر وہ گلِ صحنِ چمن تھے تم
تمہاری یاد میں نمدیدہ ہیں اہلِ سخن اب تک
شمیم روح افزائے گلستانِ سخن تھے تم
تڑپ اٹھتی ہے محفل جب تمہارا ذکر چھڑتا ہے
فروغِ شمعِ محفل، روشنیٔ انجمن تھے تم
فقیرانہ گذاری گرچہ اپنی زندگی تم نے
قلم کے بادشہ تھے شہریارِ علم و فن تھے تم
کچھ اس انداز سے تم نے "طلسم ناصری" توڑا
زمانہ معترف ہے واقعی باطل شکن تھے تم
صحافت کو ادب کا درجۂ عالی دیا تم نے
صداقت کے امیں تھے پاسدارِ فکر و فن تھے تم
فصاحت پر تمہاری فخر ہے اہلِ عرب کو بھی
عجب صاحب زباں تھے تم عجب شیریں دہن تھے تم
تمہاری سادگی میں بھی غضب کا حُسن پنہاں تھا
کلی کی پاک دامانی، گلوں کا بانکپن تھے تم
تمہاری گفتگو تھی زخمِ ملت کے لئے مرہم
گروہِ دشمنانِ دینِ حق پر شعلہ زن تھے تم
تمہاری قربتیں حاصل تھیں جن کو وہ سمجھتے ہیں
خود اپنی ذات دل آویز سے اک انجمن تھے تم
نمونہ تھے مجسّم تم بزرگوں کی شرافت کا
تقدس آشنائے ساغرِ بزمِ کہن تھے تم
نہ کیوں خاکِ وطن تم کو لگاتی اپنے سینے سے
ہمیشہ عاشق و دلدادۂ ارضِ وطن تھے تم
بنو گے تم یقیناً جنّت الفردوس کے وارث
کہ جیتے جی مطیعِ حکمِ ربِّ ذوالمنن تھے تم

محمود حکیم

قذّافی کی سفّاکیت

حقوق انسانی کی عالمی تنظیم ایمنسٹی انٹرنیشنل نے اس بات کی توثیق کر دی ہے کہ لیبیائی حکومت نے اٹھارہ ادیبوں اور جرنلسٹوں کو اس وجہ سے پھانسی دے دی ہے کہ ان کا تعلق معمر القذافی کے مخالف گروپ سے تھا اس ادارہ نے اس بات کی بھی توثیق کی ہے، سات وکلا کو جیلوں میں غیر انسانی وحشیانہ تکلیفیں دے کر شہید کر دیا گیا ہے تنظیم مزید لکھتی ہے کہ اس وقت لیبیا میں وسیع پیمانہ پر غیر انسانی اور وحشیانہ سزائیں لیبیائی جیلوں میں دی جا رہی ہیں۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل کے ایک ممبر نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا کہ وہ خود اس مقدمہ میں موجود تھا جس میں اٹھارہ ادیبوں اور جرنلسٹوں کو مجرم قرار دیا اور پھانسی کا حکم دیا گیا کیونکہ ان کا تعلق قذافی مخالف ایک تنظیم سے تھا۔

تنظیم نے مزید بتایا ہے کہ اس وقت لیبیا میں وکلاء پر سخت دباؤ ڈالا جا رہا ہے اور ان کو پریشان کیا جا رہا ہے اور اس وقت ایسے قوانین وضع کئے جا رہے ہیں جس سے وکلاء کو ملزمین کا دفاع کرنا مشکل ہو رہا ہے۔

تنظیم نے اپنے ایک اخباری بیان جو اشاعت کے لئے جاری کیا گیا ہے مزید کہا ہے کہ یورپ میں لیبیائی مخالف عناصر کا قتل صرف حقوق انسانی کی بے حرمتی نہیں ہے بلکہ یہ ملک میں شدید بے چینی اور اضطراب کی نشاندہی کرتی ہے۔

تنظیم نے گذشتہ فروری کے اس نشریہ کا حوالہ دیا ہے جو لیبیا کی انقلابی کونسل نے تیسرے اجلاس منعقدہ بنغازی کے بعد جاری کیا کہ حکومت مخالف افراد جو بیرون ملک میں رہتے ہیں ان کی تطہیر ہونی چاہئے۔

تنظیم مزید لکھتی ہے کہ جس لیبیائی کو روم میں پکڑا گیا تھا اس نے اقرار کر لیا ہے کہ اس کو قذافی حکومت کے مخالف عناصر کے قتل پر مامور کیا گیا تھا۔

● اس رپورٹ کی توثیق اس بات سے ہوتی ہے کہ معمر القذافی نے ایک آرڈیننس جاری کیا ہے کہ ان کی تصویر پھاڑنے والے کو پھانسی دے دی جائے اور ملزم عبد اللہ سعد محمد نے اس کا اعتراف بھی کیا کہ اس نے عبد الرحمٰن بکر کو قتل کیا کیونکہ اس نے اس کو قذافی کی تصویر چاک کرتے ہوئے دیکھا، اس نے مزید بتایا کہ اس کو ایسے احکامات ملے ہیں جس میں حکم ہے کہ قذافی کی تصویر کو چاک کرنے والے کو قتل کر دو، اور اسی قسم کا ان دو لیبیائیوں نے بھی اقرار کیا اور کہا کہ وہ قذافی کے حکم سے اس میں شریک تھے۔

● اخبارات میں یہ خبر بھی شائع ہوئی ہے کہ ڈاکٹر مصطفیٰ رمضان کی نعش جب لیبیا پہونچی تو اس کو دفن کر دیا گیا مگر لیبیائی سپریم کمان کے حکم سے ان کی قبر کھود دی گئی اور نعش باقی ماندہ حصوں کو جہاں سے آئی تھی واپس کر دینے کا حکم دے دیا گیا۔

معلوم ہونا چاہیئے کہ ڈاکٹر مصطفیٰ رمضان کو ۱۱ر اپریل ۱۹۸۰ء کو دو نامعلوم عربوں نے اس وقت شہید کر دیا تھا جب وہ نماز جمعہ سے فارغ ہو کر مسجد کے دروازہ پر ایک پمفلٹ تقسیم کر رہے تھے۔

اخبارات نے روم میں شہید ہونے والے عبد الجلیل کے متعلق بھی اس قسم کی خبریں شائع کی ہیں کہ جب ان کی نعش لیبیا پہونچی تو اس کو مندرج وزن سے زائد پایا تو لیبیائی عملہ نے اس کو کھولا اور پھر اس کو روم واپس کر دینے کا حکم دیا۔

تازہ ترین اطلاعات کے مطابق ایک اور ۶۵ سالہ لیبیائی عز الدین طرابلسی کو میلان، اٹلی کے سنٹرل ریلوے اسٹیشن پر گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا وہ قذافی کے مخالفوں میں تھے اور اٹلی کے شہر تورانو میں رہتے تھے اسی طرح محمد بفط کو روم میں سڑک پر گولی مار کر شہید کر دیا گیا،

اس سلسلہ میں قابل ذکر بات یہ ہے کہ اٹلی میں تقریباً ۲۰۰ سرگرم قذافی مخالف افراد ہیں، جن میں سے ۱۴ کو دو مہینہ کے دوران شہید کیا جا چکا ہے اور کرنل قذافی نے اعلان کیا ہے کہ اگر وہ یہ لوگ ۱۱ر جون تک ملک واپس نہیں لوٹیں گے تو ان کی خیریت نہیں ہے۔

اسد حکومت ڈانواڈول

شام کی موجودہ افراتفری، انتشار اور بے چینی پر نارڈن پتریکا کے کالم نویس شیام بھاٹیا یوں تصویر کشی کرتا ہے:۔

حلب میں مضبوط مکانات اور چوڑی سڑکوں کی وجہ سے تشدد کی کوئی گنجائش معلوم نہیں دیتی ہے لیکن متشدد اور خوں آشام جھڑپیں جو گذشتہ آٹھ ہفتے سے ہیں جیسا کہ سرکاری ذرائع کا کہنا ہے اور اس میں بیسیوں جانیں بھی جا چکی ہیں اور موجودہ حکمراں حافظ اسد کے لئے یہ ایک بڑا چیلنج ہے۔

اس وقت اسد اور حکمراں البعث پارٹی محفوظ ہے لیکن کشیدگی سخت ہے اور بے رحم فوجیوں نے دس ہزار آدمیوں کو قید و بند میں ڈال دیا ہے اور جزئی طور پر گورنمنٹ حامیوں کی اموات لاتعداد ہے۔

دائیں بازو کے الاخوان المسلمون سال گذشتہ حلب میں ۶۰ کیڈٹوں کے قتل کے ذمہ دار ہیں انھوں نے حکومت سے سخت مزاحمت کی اور مقابلہ کیا ہے ان کو ملک کے مختلف دانشور طبقہ کی جانب سے حمایت بھی ملی ان میں یونیورسٹی کے پروفیسران، تجار، دانشور طبقہ، انجینرس، قابل ذکر ہیں۔

حلب یونیورسٹی جزئی طور پر گذشتہ ہفتہ ایک ماہ کے بعد کھل گئی مگر تمام دوکانیں بند ہیں اور سڑکیں تو ۸ بجے کے بعد ویران ہو جاتی ہیں۔

اسی وجہ سے شہر میں بیرونی سیاحوں کی آمد نہ ہونے کے برابر ہے اور جرنلسٹوں کو بھی آنے میں کوئی دلچسپی نہیں جب تک ان کو سرکاری طور پر حفاظت کی ضمانت نہ دی جائے، ایک آدمی جو وزارت اطلاعات و نشریات کا معلوم دیتا تھا اشارہ دیا کہ وہ حلب کو ۳۰ منٹ میں چھوڑ دے گا اور بغیر دمشق کی تحریری اجازت کے واپس نہیں آئے گا، وہ مجھ سے کچھ شامی تاجروں کے ہمراہ اس وقت ملا جب میں ایک شیشہ کی دوکان سے واپس آ رہا تھا اور میری آخری منزل شام کے مرکزی تجارتی علاقہ میں باب الفرج کی پولٹری دوکان تھی جہاں مرغیوں کے سر بڑی مقدار میں کٹے پڑے تھے مجھ سے بہت ہی سنجیدگی سے کہا، فوج نے حلب میں شہریوں کے ساتھ کیسا سلوک کیا؟ فوجی حکومت کے خلاف ناراضگی اور فوج کی انتقامی کارروائی آٹھ ہفتہ قبل شہر میں حکومت مخالف جھگڑوں اور جنگوں سے ہوئی۔

فوج نے سب سے پہلے کوشش کی کہ شہر میں سابقہ حالات واپس لائے جائیں اور جس طرح بھی ممکن ہو حالات کو معتدل کیا جائے لیکن ایک فوجی کیمپ پر کھلم کھلا حملہ کے بعد صادر ہوا۔

گذشتہ ہفتہ بدلہ اور انتقامی پالیسی کے تحت دو مسلمانوں کو شاہراہ پر ٹینک کے ذریعہ روند ڈالا گیا اور غیر جانبدار رائے عامہ نے ان چار اخوانی ڈاکٹروں کی مزید توثیق کر دی جو قریب ہی ایک گڑھے میں کٹے ہاتھ پائے گئے۔

گورنمنٹ نے اپنی کارروائی کو طول دیدیا ہے اور حلب جانے والی شاہراہ کو غیر معینہ مدت کے لئے باقی ماندہ ملک سے منقطع کر دیا ہے تاکہ شہر میں مکمل سکون ہو جائے اور وہ اس میں جزئی طور پر کامیاب بھی ہوگئی مگر الاخوان المسلمون نے حکومت کی کھل کر مخالفت کی اور اسد گورنمنٹ کے خلاف اسلامی حکومت بنانے کی اپیل کی سب سے زیادہ الاخوان المسلمون حکومت کے مخالف ہیں اور پورے شام میں ان کو ایک نئے گروپ جوائنٹ آپ کو نیشنل فرنٹ کہتا ہے اس میں ناصر نواز کمیونسٹ اور ناراض بعثی شامل ہیں، کے ساتھ مل کر حکومت تبدیل کر سکتے ہیں اور ان لوگوں نے اپنی شکایات میں بڑھتی ہوئی قیمتیں، بدعنوانی، اقربا پروری کو سرفہرست رکھا ہے۔

روسی ڈکشنری کی افترا پردازیاں

مصر کے مشہور اخبار "الجمہوریہ" نے یہ خبر دی ہے کہ روسیوں نے ایک انسائکلوپیڈیا ڈکشنری شائع کی ہے جس میں اکثر جگہ پر اسلام پر حملہ کیا گیا ہے اور اس میں لکھا ہے کہ نماز جادو کی ایک شکل ہے۔ ڈکشنری ۷۰۰ صفحات پر مشتمل ہے اور اس کو ماسکو یونیورسٹی کے اساتذہ نے ایڈٹ کیا ہے تمام حصوں میں یہ بھی تحریر ہے کہ اسلام اپنے پیرووں کو غلام بناتا ہے اور وہ عالم بالا میں مفادات کا وعدہ کرتا ہے۔

صوت الاسلام ریڈیو اسٹیشن

نائجیریا کے صوبہ ابو کی یونیورسٹی نے صوت الاسلام نامی ریڈیو اسٹیشن کی سنگ بنیاد رکھی ہے اس سے انگریزی اور فرانسیسی زبان میں نشریات ہونگے اس کی نشریات افریقہ اور بعض مشرق وسطیٰ کے ممالک میں سنی جائیں گی علاوہ ۴۴ اور عرب ممالک خاص طور سے کویت، سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات سے اس تبلیغی کام میں حصہ لینے کی درخواست کیجے۔

امریکا کو کس نے دریافت کیا

صدیوں سے یہ کہا جا رہا ہے کہ کولمبس نے امریکہ دریافت کیا تھا۔ یورپی مورخوں کے اس جھوٹ کو امریکہ اور یورپ کے علاوہ ایشیا میں بھی سچ سمجھا جاتا تھا، لیکن حال ہی کی تحقیق نے یورپی اور امریکی مورخوں اور ماہرین آثار قدیمہ کے اس جھوٹ کو بے نقاب کر دیا ہے، اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ امریکہ کی دریافت کا سہرا عربوں کے سر ہے۔ بیسوں قدیم تاریخ کے اوراق بتاتے ہیں کہ افریقہ کے نائیجریا نامی علاقے کے ایک سردار نے نقل مکانی کا فیصلہ کیا تھا اور اپنے اس فیصلے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے یہ سردار اپنے تقریباً دو ہزار آدمیوں کے ساتھ بحری جہازوں میں بیٹھ کر ایک دور دراز علاقہ کی طرف روانہ ہوا تھا۔ سردار اپنے ساتھیوں کی معیت میں جس علاقہ کی طرف گیا۔ وہ افریقہ، یورپ اور ایشیا میں نہیں تھا۔ ان لوگوں کا ارادہ اس نئے ملک میں آباد ہونے کا تھا، اور وہ اس نئے ملک سے بخوبی واقف تھے یہی وجہ تھی کہ اس نئے ملک میں بآسانی پہنچ بھی گئے تھے مورخوں کے بقول وہ نیا ملک امریکہ ہی تھا جس کے کسی جزیرہ یا ساحلی علاقہ پر وہ لوگ پہونچنے میں کامیاب ہو گئے تھے، یہ تقریباً دو ہزار لوگ نہ تو پاگل تھے اور نہ بے کار۔ یہ لوگ پوری طرح ہوش مند تھے اور اپنی خوشی سے نئے علاقہ میں آباد ہونے آئے تھے۔ قدیم تاریخوں کے ان اوراق کے مختلف طریقوں سے تصدیق بھی ہو جاتی ہے۔ ہم سب سے پہلے امریکی اور یورپی مورخوں کی کتب ہی سے ثابت کرتے ہیں کہ عرب جہازراں کولمبس کے امریکہ پہونچنے سے صدیوں قبل امریکہ پہنچ چکے تھے اور امریکہ کے اصل باشندوں (ریڈ انڈین) کی تہذیب و تمدن پر گہرے اثرات مرتب کر چکے ہیں۔

امریکی اور یورپی ماہرین آثار قدیمہ نے امریکہ کے بعض وسطی اور مشرقی ساحلی علاقوں میں کھدائی کے دوران مکئی کوٹنے کے آلات دریافت کئے تھے ان آلات کی ساخت بالکل وہی ہے جو افریقہ کے عرب مسلمانوں کے آلات کی تھی۔ برآمدہ آلات کی قسم کے آلات افریقہ کے عرب مسلمانوں کے زیر استعمال تھے۔ امریکہ کے بعض علاقوں کے آثار قدیمہ کی کھدائی سے جو منقش خاکے دستیاب ہوئے ہیں ان خاکوں کے انسانوں کے لباس ڈھال، چال، چہرے مہرے کی بناوٹ اور تاثرات سے پتہ چلتا ہے کہ یہ لوگ ملاح تھے اور علاقہ میں نووارد جیسے کسی دور دراز علاقہ سے بحری سفر کرتے ہوئے یہاں منتقل ہوئے ہوں۔ بلاشک وشبہ یہ لوگ افریقہ سے امریکا تک بحری سفر کے ذریعہ پہونچے تھے۔ عین ممکن ہے کہ یہ لوگ اسی سردار کے دو ہزار ساتھیوں یا ان کی آئندہ نسلوں سے تعلق رکھتے ہوں جو افریقہ کے نائیجریا نامی علاقے سے بحری جہازوں میں بیٹھ کر امریکا کے کسی جزیرے یا ساحلی علاقے میں آئے تھے۔

ماہرین آثار قدیمہ نے امریکہ کے مختلف مقامات کی کھدائیوں کے دوران جن جانوروں کی تصویریں، مجسمے اور سکے زمین کے پیٹ سے اگلوائے ہیں وہ افریقہ کے نائیجریا کے علاقے کے مخصوص ہیں اور صرف اسی علاقے میں دستیاب ہوتے تھے۔ علاوہ ازیں امریکہ کے مختلف علاقوں سے دو کوہان والے اونٹوں، گینڈوں اور دریائی گھوڑوں کی سنگی تصاویر اور مجسموں کی دستیابی بھی یہ ثابت کرتی ہے کہ ان جانوروں کی موجودگی امریکا میں افریقی عربوں کے گہرے اور دیرپا اثرات کی نشاندہی کرتی ہے۔

شمالی امریکہ اور میکسیکو کے مختلف مقامات پر دستیاب شدہ قدیم عمارتوں کے آثار بھی اس کی شہادت دیتے ہیں کہ امریکہ عربوں کے فن تعمیر سے استفادہ کرتا رہا ہے اور یہ اس صورت میں ممکن ہو سکا ہے جب امریکہ میں موجود عربوں نے خود اپنی نگرانی میں یہ عمارتیں تعمیر کرائی تھیں۔ ان قدیم عمارتوں کی پیمائش طول وعرض اور بلندی حتیٰ کہ اینٹوں اور پتھروں کی بناوٹ اور ناپ تک ہو بہو وہی ہے جو صدیوں سے اہل عرب نے اپنی عمارتوں کے سلسلے میں رائج کر رکھا تھا اور سارے عرب ملکوں میں رہا تھا۔ افریقہ کے عرب کولمبس سے صدیوں پہلے امریکہ پہونچ چکے تھے۔ اس کا ثبوت خود کولمبس کی زبانی ملتا ہے۔ کولمبس کے مطابق وہ امریکا پہونچا تو اسے وہاں کے لوگ حقہ نوشی کرتے ہوئے نظر آئے وہ لوگ مکئی کی ٹکیوں والے حقے پینے کے شائق تھے۔ یہ نیگرو لوگ تھے اور مکئی کاشت کرتے تھے۔ افریقہ میں آج بھی حقہ نوشی عام ہے اور آج بھی بعض افراد مکئی کی ٹکیوں والے حقے شوق سے استعمال کرتے ہیں۔ کولمبس نے امریکا میں نیگرو باشندوں کو دیکھا تھا۔ حالانکہ امریکہ کے اصل باشندے تانبے کے رنگ والے ریڈ انڈین ہیں۔ نیگرو نہیں۔ پھر نیگرو باشندوں کی مکئی کاشت کرنے سے بھی اس کی نشاندہی ہوتی ہے کہ ان لوگوں کا افریقہ سے تعلق تھا۔ کیونکہ افریقہ قدیم زمانے سے مکئی کی کھیتی کرتا چلا آ رہا تھا اور مکئی افریقہ ہی سے پوری دنیا میں پھیلی ہے۔ اگر کولمبس سے پہلے حقہ نیگرو اور مکئی امریکا پہونچ گئے تھے تو لامحالہ ان چیزوں کو وہاں پہونچانے والے افریقہ کے عرب باشندے ہی تھے۔

کولمبس نے جزائر غرب الہند میں سرخ کیلے اور نارنجی دیکھ کر مسرت کا اظہار کیا تھا اور خیال کیا تھا کہ وہ اپنے وہاں وطن کے لئے سرخ کیلے اور نارنجی بطور سوغات لیجائے گا۔ لیکن شاید کولمبس اس حقیقت سے بے خبر تھا کہ صدیوں قبل سرخ کیلے اور نارنجی افریقہ کے عرب جہازراں بطور تجارتی مال یہاں لائے تھے کیونکہ افریقہ کے مغربی جھلملاتے نائیجریا گنی وغیرہ میں سرخ کیلے اور افریقی نارنجی بکثرت پیدا ہوتے تھے اور بطور تجارتی مال عرب سوداگر انھیں دور دور کے ملکوں میں لے جاتے تھے۔

کولمبس اپنے سفر امریکہ میں جس جانور کو دیکھ کر سخت حیران ہوا تھا۔ وہ جانور خاموش رہنے والا یا نہ بھونکنے والا کتا تھا اور ایسے خاموش رہنے والے یا نہ بھونکنے والے کتے افریقہ میں نائجریا اور اس کے آس پاس کے علاقوں ہی میں پائے جاتے ہیں۔

تاریخی حقائق کے مطابق کولمبس کی مفروضہ دریافت امریکہ سے صدیوں قبل عرب جہازراں امریکہ کے ساحلوں پر آمد و رفت رکھتے تھے اور بہت سے عرب امریکہ میں آباد بھی ہو چکے تھے۔ کولمبس کے امریکہ پہنچنے سے کم از کم پانچ سو سال پہلے امریکہ کے اصل باشندوں اور ریڈ انڈین کے معاشرتی عقائد تصورات لباس وغیرہ پر افریقی عربوں کے اثرات مرتب ہونے شروع ہو گئے تھے اس کے ثبوت میں آج بھی امریکہ میں پائے جانے والے بعض قبیلوں پر عرب تہذیب کے اثرات کا یہ عالم ہے کہ ان میں آج بھی ختنہ کرانے کی رسم موجود ہے۔ یہ لوگ عربوں کی طرح زرمبرہ کا استعمال بھی کرتے ہیں۔ شمالی اور وسطی امریکہ میں پیدا ہونے والی شکر قندی بھی عربوں کے توسط سے وہاں تک پہونچی تھی اور اس کے بعد کاشت ہونے لگی تھی۔

امریکہ میں حبشی نژاد و نیگرو باشندوں کی موجودگی بھی اس کی نشاندہی کرتی ہے کہ افریقی عرب کولمبس سے صدیوں پہلے امریکہ پہنچ چکے تھے۔ امریکہ کے اصلی باشندے ریڈ انڈین ہیں۔ جن کی جلد تانبے کی طرح سرخ ہوتی ہے نیگرو سیاہ فام ہوتے ہیں۔ اس لئے ہم انھیں امریکہ کے اصلی باشندے قرار نہیں دے سکتے۔

عرب جہازرانوں کو چونکہ طویل عرصہ تک بحر اوقیانوس پر بالادستی حاصل رہی ہے اس لئے وہ اپنے بحری جہازوں میں افریقہ کے سیاہ فام باشندوں کو چھوٹے موٹے کاموں کے لئے ملازم رکھ لیتے تھے۔

عرب جہازراں اپنے ان سیاہ فام ملازموں کو امریکہ کے مختلف ساحلوں تک لے گئے تھے۔ آج جزائر غرب الہند اور امریکہ میں پائے جانے والے نیگرو باشندے عربوں کے انہی سیاہ فام ملازموں کی اولاد ہیں اور ان کا اصلی وطن افریقہ ہی ہے۔

پرتگالیوں نے سنہ ۱۳۴۱ء میں پہلی بار جزائر پر قبضہ کرنے کی کوشش کی تھی، اور ناکامی کا منہ دیکھ کر لوٹ گئے تھے، پھر پرتگالیوں کو سنہ ۱۴۵۰ء میں پہلی بار مغربی افریقہ پہونچ کر نیگرو یا حبشی باشندوں کے وطن کو دیکھنے کا موقع ملا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ یورپی باشندوں نے سنہ ۱۴۵۰ء میں پہلی بار سیاہ فام حبشی باشندوں کو دیکھا تھا جب کہ کولمبس نے سنہ ۱۴۹۲ء میں امریکہ پہنچکر نیگروں باشندوں سے ملاقات کی تھی۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ نیگرو باشندوں کو افریقہ سے امریکا لے جانے والے یورپی باشندے نہیں تھے۔ بلکہ عرب جہازراں تھے۔ جن کے بحری جہازوں پر یہ چھوٹے موٹے کاموں کے لئے ملازم رکھے جاتے تھے۔

عرب حساب وعلم جغرافیہ میں ماہر تھے کیونکہ عرب جہازراں اور سیاح خشکی کے اور بحری راستوں سے ساری دنیا میں سیر و سیاحت کے لئے گھومتے تھے۔ عربوں ہی نے سب سے پہلے زمین کو چپٹا ہونے کا تصور رد کیا تھا۔

(بقیہ صفحہ ۵ پر)

(بقیہ) لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ اس عمل سے بچتے ہیں جس کو میں کرتا ہوں، خدا کی قسم میں ان سے زیادہ اللہ کو جانتا ہوں، اور ان سے بہت زیادہ اس سے ڈرتا ہوں۔

(رواہ البخاری)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرمایا: میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب اللہ تعالیٰ نے تم کو علم دے دیا تو اس کو اچانک نہیں چھینے گا، لیکن علماء کو اٹھا کر علم چھینے گا، جاہل لوگ رہ جائیں گے ان سے مسئلہ پوچھا جائے گا اور وہ اپنی رائے سے مسئلہ بتائیں گے، خود گمراہ ہوں گے دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ (رواہ البخاری)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو میرے طریقہ سے اعراض کرے گا (اس کو چھوڑے گا) وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (رواہ مسلم)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ہمارے دین میں ایسی چیز پیدا کی جو اس میں نہیں ہے وہ مردود (ناقابل عمل) ہے۔

(متفق علیہ)

بقیہ صفحہ ۶

اللہ بقلب سلیم" ایسا دل جو سیاست کی بازی گری سے پاک اور جو علم کی کوتاہیوں اور لغزشوں سے مبرا ہو نیز دعوتی زندگی کی لغزشوں اور کمزوریوں سے بھی پاک وصاف ہو کیوں کہ دعوت کی راہ میں لغزشیں داعی سے بکثرت پیش آتی ہیں جس کو شیطان اپنے مکر وفریب سے اس کی نظروں سے چھپائے رکھتا ہے اور صرف اخفاء پر ہی اکتفا نہیں کرتا ہے بلکہ داعی کی نظروں میں اس عمل کو مزین کر کے پیش کرتا ہے جس سے ان کو یہ حسن ظن ہوتا ہے کہ وہ خیر کے متوالے دعوت کے علمبردار اور دین کے پاسبان ونگہبان ہیں درحقیقت وہ جو کچھ کرتے ہیں اپنی ذات کی نفع کے لئے اور اپنے نفس پرستی کے جذبہ سے کرتے ہیں اور وہ سمجھتے بھی ہیں کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں وہ خالص اللہ کی خوشنودی کے لئے کر رہے ہیں اور اسی کے لئے زندگی گذار رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہماری زندگی پرپیچ اور جلد فنا ہونے والی، بے اصل اور بے حقیقت ہے لیکن اس میں شر وفساد منظم اور کیل دکانٹے سے لیس ہیں جس پر محض اخلاص یا صرف تنظیم سے قابو پانا مشکل ہے بلکہ ایسے اخلاص کی ضرورت ہے جس کے ساتھ فراست وذکاوت اور تشکیل وتنظیم بھی شامل ہو یا کم از کم ایسی تنظیم یا غیر معمولی ذکاوت کی ضرورت ہے جو اخلاص سے بھرپور اور ایمان ونیک نیتی سے لیس ہو اور روشن ضمیری وسلامت قلبی سے آراستہ ہو، یہی ہمارا سب سے مضبوط اور طاقتور ہتھیار ہے، جو دشمن سے نبرد آزما ہونے کے لئے شمشیر برہنہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ آئیے غور کریں کہ ہم نے اس کی کتنی قدر وقیمت پہچانی اور اس کے ذریعے کیا کردار ادا کر رہے ہیں؟؟

(عربی سے ترجمہ: عبدالمبین)

بقیہ صفحہ ۸

کے EXPERT اور ماہر ضرور ہیں۔ ان ماہرین کی خدمات تجربہ اور علم سے دینی وملی تحریکوں نے نفع نہ اٹھایا تو یہ اس صدی کا بڑا زبردست المیہ ہوگا۔

الحمد للہ ملت اسلامی میں ایسے باثر افراد بھی ہیں جو پوری ملت کو رہنمائی دے سکتے ہیں۔ ہندوستان میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ، مفتی عتیق الرحمٰن صاحب، امیر شریعت مولانا منت اللہ رحمانی وغیرہم۔ ان کے اعلیٰ مشورے اور ہدایات کے مطابق اپنی ملی اور سیاسی جماعتیں اپنے دائرہ کار میں جس قدر گنجائش ہو ان اکابرین ملت سے ربط ضبط رکھیں اور جتنا ہو سکے اپنا پروگرام، طریقہ کار اور غیر معمولی حالات میں اہم اقدامات میں ان حضرات سے یا ان کی طرح کے اور بھی اہل علم سے (مثلاً حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ) سے صلاح مشورہ کر کے قدم اٹھائیں تو امت کے لئے ایک بہترین راستہ ہے۔

فیصلے کے ساتھ نفاذ بھی

وزیر اعلیٰ یو پی مسٹر وشوناتھ پرتاپ سنگھ نے آج یہاں ریاستی حکومت کے اعلیٰ افسروں سے واضح طور پر کہا کہ ان کی ذمہ داری صرف فیصلہ کرنے پر ہی ختم نہیں ہو جاتی بلکہ وہ ان فیصلوں پر مناسب عملدرآمد کے لئے بھی ذمہ دار ہوں گے۔

وزیر اعلیٰ نے کہا کہ اعلیٰ افسروں کو یہ دیکھنا ہوگا کہ سرکاری فیصلوں پر عمل درآمد کیوں نہیں ہوا اور اس کے بارے میں انھوں نے معلومات حاصل کیوں نہیں کیں، اگر عملدرآمد سے متعلق کوئی دشواری ان کے علم میں تھی تو انھوں نے اس سلسلے میں کیا کارروائی کی۔

سکریٹریٹ کے سکریٹریوں اور اسپیشل سکریٹریوں سے خطاب کرتے ہوئے وزیر اعلیٰ نے کہا کہ سرکاری فیصلوں کے نفاذ کے سلسلہ میں مسلسل جائزہ اور نگرانی کا بندوبست ہونا چاہئے تاکہ عمل آوری میں پیش آنے والی دشواریاں بلا تاخیر دور کی جا سکیں۔

وزیر اعلیٰ نے افسروں سے کہا کہ نظم ونسق کو عوامی احساسات سے ہم آہنگ ہونا چاہئے اور ان کی کامیابی کا پیمانہ یہی ہے کہ وہ ان احساسات کے تئیں کتنے حساس ہیں۔

مسٹر سنگھ نے اس سلسلہ میں کہا کہ اس وقت عام آدمی کی اولین خواہش تحفظ کی ہے۔ انتظامیہ کو امن وقانون برقرار رکھنے کے لئے سختی سے نپٹنا ہے اور اس میں کسی قسم کی تساہلی نہیں برتنے دی جائے گی۔ عام جرائم کے علاوہ معاشی جرائم پر بھی نظر رکھنا ہوگی کیونکہ اگر صورت حال میں سدھار نہیں ہوتا ہے تو یہ نظم ونسق کی کمزوری کی علامت ہوگی۔

مسٹر سنگھ نے اس بات پر تشویش ظاہر کی کہ جو اسکیمیں اور پیسہ غریب طبقہ کے لئے مخصوص ہوتا ہے اس کا فائدہ سماج کے دوسرے طبقے اٹھاتے ہیں۔

بمبئی میں
خالص گھی اور میوہ جات سے بھرپور
مٹھائیاں اور حلویات
عمدہ ولذیذ
سلیمانی افلاطون
ان کے علاوہ خصوصی پیشکش
ڈرائی فروٹ برفی
ملک کیک * قلاقند * ملائی * برفی * کوکو ملائی برفی
ہر قسم کے تازہ وخستہ
بسکٹ
اور
نان خطائیاں
خریدنے کا قابل اعتماد مرکز
سلیمان عثمان مٹھائی والے
مینارہ مسجد کے نیچے بمبئی
فون 320059
برانچ:۔ ۳۳ - محمد علی روڈ بمبئی - ۳

ندوہ کے شب و روز

رمضان المبارک کا مہینہ جیوں جیوں قریب آتا جاتا ہے مدارس عربیہ میں امتحان سالانہ کی تیاریاں اور سرگرمیاں تیز ہوتی جاتی ہیں۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء میں بفضل اللہ اس سال بھی عرب وفود کی آمد سے اور بعض ممتاز عرب علماء (الشیخ یوسف القرضاوی) کے محاضرات سے بڑی چہل پہل اور طلبہ کو استفادہ کا زریں موقع حاصل رہا، اللہ تعالیٰ اپنی ان نوازشات کی قدر کرنے کی توفیق بخشیں، امتحانات قریب آنے لگے تو طلبہ کے عربی مقالات وخطابت نیز اردو خطابت ومضمون نگاری کے مقابلوں کی ہماہمی رہی تاکہ طلبہ ان علمی وثقافتی مقابلوں کے مرحلہ سے گزر کر جلد امتحانات کی تیاری میں مشغول ہو جائیں کہ درسی استعداد کا اسی پر انحصار ہے چنانچہ اوائل مئی سے امتحان کی فضا گرم ہو گئی اساتذۂ کرام نے اپنے نصاب پورے کرائے اور طلبہ ہمہ تن امتحان کی تیاری میں مصروف ہو گئے جہاں دیکھئے دو دو چار چار کی ٹولیوں میں تقسیم ہو کر طلبہ اعادہ وتکرار درس میں مصروف نظر آتے ہیں۔ مسجد ایک ایک بجے رات تک طلبہ کے مذاکرات درس کی صداؤں سے گونجتی رہتی، صبح تڑکے ہی اذان فجر کے قبل ہی سے درجۂ حفظ کے طلبہ کی آوازوں سے مسجد گونجنے لگتی جو ان کے سال بھر کے معمولات میں شامل ہے، ۷ار شعبان سے امتحانات شروع ہو گئے، کمیشن وغیرہ کی بھی ہماہمی شروع ہو گئی، ۱۲ر شعبان کو امتحانات ختم ہو جائیں گے اور دارالاقاموں میں رکشوں، تانگوں کا شور وہنگامہ شروع ہو گا، طلبہ خوش خوش اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو جائیں گے۔

خدا کرے یہ سب اپنی کامیابی کے نتائج سنیں اور نیا سال بھی خوشیوں اور ایک دوسرے کو مبارکبادیوں کے ساتھ شروع ہو، آنے والا سال مزید خیر وبرکت کا سال ہو اور ندوۃ العلماء اپنے مقصد کی طرف بڑھتا ہی رہے اور وہ خواب شرمندۂ تعبیر ہوں جو بانیان ندوۃ العلماء نے دیکھے تھے، اب احاطۂ دارالعلوم میں قدرے سناٹا کی فضا ہو گی۔ بیرون ملک اور درجۂ حفظ ہی کے طلبہ رہ جائیں گے دو ہی ہفتہ بعد خیر وبرکت والا چاند طلوع ہو گا، افطار وتراویح اور سحری وروزہ کی فضا ہو گی سارے کاموں میں بڑی حد تک تخفیف ہو گی، ذکر وتلاوت میں اضافہ ہو گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل بے پایاں سے اس مدرسۂ نبوت کو آباد رکھیں اور اس سے وہ کام سرانجام پائیں جس کی زمانہ کو ضرورت ہے اور جو خدائے عزوجل کی رضا وخوشنودی کا باعث ہیں۔

اللّٰھم آمین

ایک اہم اعلان!

آئندہ شمارہ میں:

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کا ایک اہم انٹرویو ملاحظہ فرمائیں:۔

- ملی وملکی مسائل
- افغانستان، ایرانی انقلاب اور کرنل قذافی کے بارہ میں مولانا کی بے لاگ رائے۔
- مولانا ندوی کی اہم کتاب "عصر حاضر میں دین کی تفہیم وتشریح" کے متعلق ایک وضاحتی سوال۔
- پندرہویں صدی ہجری کے لئے مولانا کا اہم اور گرانقدر تحفہ۔

(انٹرویو نگار: نذر الحفیظ ندوی، مدیر تعمیر حیات)

نگرانِ اعلیٰ:
مولانا ابوالعرفان ندوی
مجلسِ ادارت:
نذر الحفیظ ندوی
شمس الحق ندوی
محمود الازہار ندوی
پرنٹر پبلشر جمیل احمد ندوی نے جے کے آفسیٹ پرنٹنگ پریس دہلی میں طبع کرا کر دفتر "تعمیر حیات" ندوہ لکھنؤ سے شائع کیا۔

تیسری مسلم سربراہ کانفرنس
ربیع الاول ۱۴۰۱ھ میں

اسلامی کانفرنس کے اسسٹنٹ سکریٹری جنرل جناب قاسم زبیری نے بتایا ہے کہ اسلامی ممالک کے سربراہوں کی تیسری کانفرنس آئندہ ربیع الاول میں مکہ مکرمہ میں منعقد ہو گی اور اس کے لئے تیاریاں شروع کر دی گئی ہیں انھوں نے الشرق الاوسط کے نامہ نگار سے خصوصی ملاقات میں بتایا کہ اس کانفرنس میں عالم اسلام کے استحکام اور سلامتی سے متعلق تمام اہم مسائل زیر غور آئیں گے۔ جناب قاسم زبیری نے مسلم وزراء خارجہ کی قائم کردہ سہ رکنی افغانستان کمیٹی کی مجوزہ کارروائی سے متعلق ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ یہ کمیٹی افغانستان میں قیام امن اور روسی افواج کے انخلاء کے بارے میں فریقین کے رہنماؤں سے رابطہ قائم کرے گی۔ البتہ فی الوقت ببرک کارمل کی حکومت سے اس کمیٹی کے روابط کا کوئی امکان نہیں کیونکہ مسلم ممالک حکومت کو جائز اور قانونی حکومت تسلیم نہیں کرتے انھوں نے کہا کہ یہ کمیٹی صورت حال کا جائزہ لینے کے بعد اپنی رپورٹ اسلامی وزراء خارجہ کی ہنگامی اجلاس میں پیش کرے گی جو نیویارک میں منعقد ہونے والا ہے تاکہ جنرل اسمبلی کے ۳۵ ویں اجلاس میں افغانستان کی آزادی کے لئے موثر مہم چلانے کا پروگرام مرتب کیا جا سکے ایک اور سوال کے جواب میں جناب قاسم زبیری نے بتایا کہ پاکستان نے اسلامی ملکوں کی اجتماعی سلامتی کے نظام سے متعلق جو تجویز پیش کی تھی اس کے عملی پہلوؤں پر اسلامی وزرائے خارجہ کے بارہویں سالانہ اجلاس میں غور کیا جائے گا جو آئندہ سال بغداد میں ہو گا۔

بقیہ صفحہ ۳ اداریہ

بقیہ صفحہ ۳

اگرچہ محمد میاں مرحوم کی جدائی کا داغ سینہ کا چراغ بن چکا ہے مگر ایمان کی جو شمع انھوں نے جلائی تھی اس کو برابر فروزاں رکھنا ہمارا کام ہے۔ ان کو جس مقصد سے عشق تھا اور جس پیغام کے وہ حامل وامین اور جس دین متین کے وہ خادم تھے، وہ لازوال، اور اسلام کے جس چمن کی انھوں نے خون جگر سے آبیاری کی تھی وہ سدا بہار ہے۔ محمد میاں مرحوم نے اس دین کی عقلی وفکری اور وجدانی وقلبی تفہیم وتشریح کی اور ایمان کی حرارت، اخلاص کی قطعیت وصراحت اور دعوتی جذبہ کی دعوت وتاثیر کے ساتھ انھوں نے عصر حاضر میں اسلام کی دعوت اور جس طرح اسکی مؤثر نمائندگی کی وہ ہمارے لئے شمع راہ اور منارۂ نور ہے۔

ہر اک منتظر تیری یلغار کا
تری شوخیٔ فکر و کردار کا

(ن۔ ح)

بہترین چائے کا قابلِ اعتماد مرکز
عباس علاء الدین اینڈ کمپنی
نمبر ۴۴ حاجی بلڈنگ، ایس۔ وی۔ ڈی روڈ، نل بازار بمبئی ۳

TELEGRAM:-
CUP, KATTLY
PHONE No 332220

دارالعلوم ندوۃ العلماء —— خدمات وضروریات

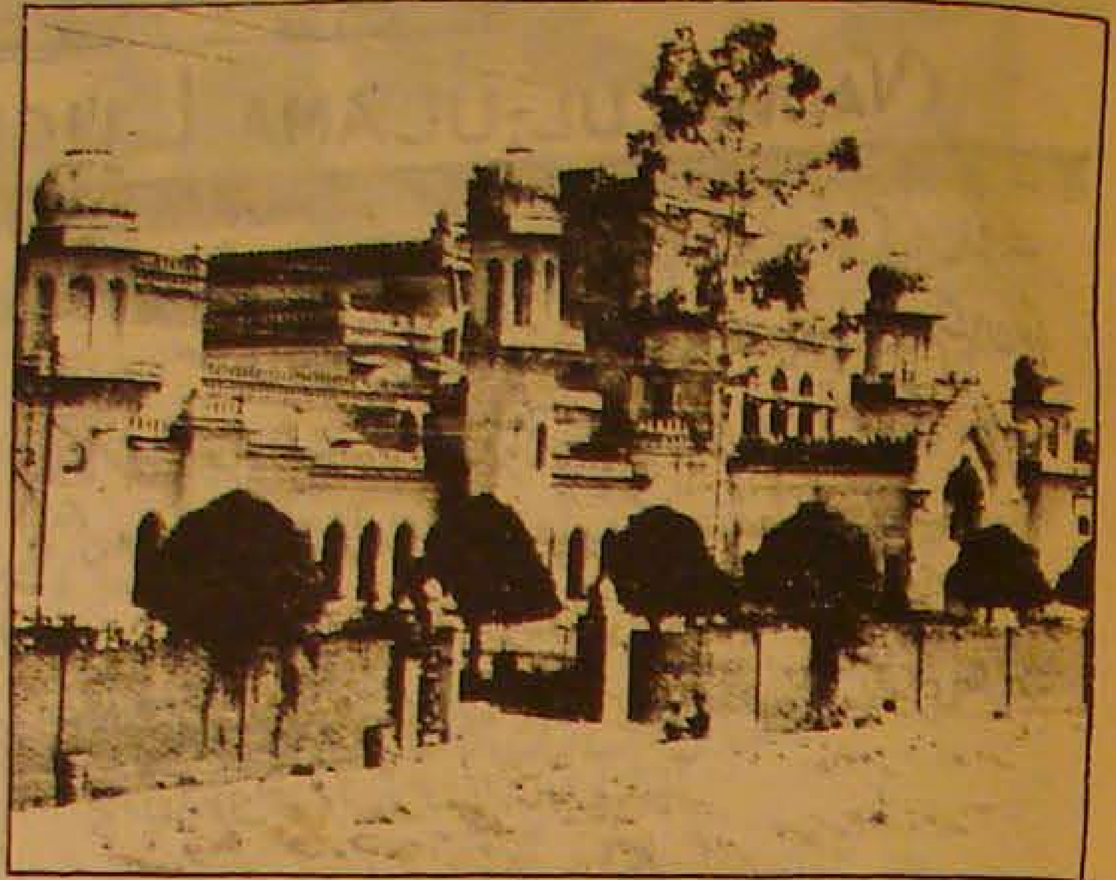

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ۞

دارالعلوم ندوۃ العلماء محتاج تعارف نہیں ہے، اس کے قیام کو ۹۰ برس ہو گئے ہیں خدا کا شکر ہے کہ اس اثناء میں اس نے گرانقدر علمی اور دینی خدمات انجام دی ہیں تصنیف وتالیف، درس وتدریس، پند ومواعظ غرض ہر شعبہ میں اسکے فرزندوں اور سرپرستوں نے قابل قدر کام کیے ہیں، خوش قسمتی سے تقریباً بائیس برس سے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کی اس کو توجہ اور سرپرستی حاصل ہے جنکے دور نظامت میں اسکی شہرت دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچ چکی ہے اور بجا طور پر آج وہ ایک عظیم اسلامی مرکز بن گیا ہے نیز اس نے ایک بین الاقوامی دینی درسگاہ کی حیثیت اختیار کر لی ہے، اللہ تعالیٰ کا شکر واحسان ہے کہ اس نے تعلیمی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ ندوہ کو دینی روح اور دعوتی جذبہ سے بھی نوازا ہے، سالہا سال سے اسلامی تعلیمات کی نشر واشاعت اور دینی زندگی کے فروغ کے لئے اسکے طلبہ، اساتذہ اور کارکنان بڑی سرگرمی سے کوشاں ہیں، تبلیغ ودعوت کی جانب خاص طور سے متوجہ ہیں (طلبہ اپنے تعلیمی مشاغل اور علمی وثقافتی سرگرمیوں کیساتھ ساتھ جو ندوۃ العلماء کا ہمیشہ سے طرۂ امتیاز رہا ہے، دینی زندگی میں بھی ممتاز ہیں) جناب ناظم صاحب ندوۃ العلماء کی فکری رہنمائی اور عملی نگرانی میں وہ علم دین کے مراحل بڑی خوبی وخوش اسلوبی سے طے کر رہے ہیں، ان علمی وروحانی مشاغل میں انہماک کے ساتھ طلبہ کی صحت وورزش، خورد ونوش وغیرہ کی جانب بھی خصوصی توجہ کی جا رہی ہے۔

اسوقت دارالعلوم ندوۃ العلماء میں ہندوستان کے مختلف علاقوں کے علاوہ ملیشیا، انڈونیشیا، تھائی لینڈ، جنوبی افریقہ، ترینداد، یوگنڈا اور دوسرے ممالک کے طلبہ بھی زیر تعلیم ہیں مختلف ملکوں سے برابر داخلے کی درخواستیں آتی رہتی ہیں، اللہ کے فضل سے عرب ممالک میں ندوہ کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، اندرون وبیرون ملک کے مسلمانوں کی توجہ اسکی تعلیم وتربیت سے استفادہ کی خواہش روز افزوں ہے۔ ان اسباب کی بنا پر داخلوں کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ ہو گیا ہے، جس کی وجہ سے مزید نئی اقامت گاہوں کی بیحد ضرورت ہے اسکے علاوہ دارالعلوم کے مختلف شعبوں مثلاً دفاتر، لائبریری وغیرہ کے لئے علیحدہ مستقل عمارتیں درکار ہیں، انہی ضروریات کو سامنے رکھ کر مدرسہ ثانویہ کی نئی عمارت (جس کا نام اب معہد دارالعلوم ہے) کی تکمیل تیزی کے ساتھ ہو رہی ہے اسکا تعمیری کام اختتام کے قریب ہے اسی کے ساتھ اللہ کا نام لیکر طلبہ کی نئی اقامتگاہ "رواق اطہر" کا سنگ بنیاد ۰ مئی سنہ ۱۹۷۹ء کو رکھا گیا تھا جس کا ایک گوشہ تیار ہو گیا زیر استعمال ہے اور دوسرا گوشہ زیر تعمیر ہے۔

"معہد دارالعلوم" میں جس کو ایک معیاری مدرسہ ثانویہ بنایا جا رہا ہے باوجود وسعت کے گنجائش ختم ہو چکی ہے اور امسال کثیر تعداد میں طلبہ کو واپس کیا گیا ہے اسی طرح دارالعلوم میں بھی بہت سے داخلے محض انہی مجبوریوں کی بناء پر نہیں کیے جا سکے۔ یہ صورت حال ذمہ داران دارالعلوم کے لئے باعث فکر ہے اور محض جگہ کی تنگی کی وجہ سے شائقین علم دین کو واپس کرنا نیز مقیم طلبہ کی بڑھتی ہوئی دشواریاں اور ضرورتیں انکی فکر وبے چینی میں مزید اضافہ کا باعث ہیں۔ علاوہ ازیں عمارتوں اور ضروری تعلیمی سامان کی کمی کی وجہ سے بہت سے مفید علمی ودینی منصوبے پوری توجہ اور یکسوئی کے محتاج رہتے ہیں۔ ہماری خواہش اور درخواست ہے کہ آپ میں سے جن حضرات کو اللہ تعالیٰ توفیق دیں اور سہولت ہو وہ اپنی تشریف آوری سے حسب موقع ہمیں سرفراز فرمائیں خود اگر ان نونہالان چمن کو دیکھیں، انکی ضروریات کو سمجھیں فی الوقت جو کام شروع کیے جا چکے ہیں یا مستقبل قریب میں فوری توجہ کے مستحق ہیں انکی تفصیل درج ذیل ہے۔

رواقِ اطہر

طلبہ کی اس سہ منزلہ عمارت کا مغربی حصہ جو تیس کمروں پر مشتمل ہے مکمل ہو گیا ہے اور اس میں طلبہ رہنے لگے ہیں اس کا شرقی حصہ تکمیل کے آخری مرحلہ میں ہے۔ اس عمارت میں دو بڑے ہال بھی ہیں جو طلبہ اور دارالاقامہ کی علمی وثقافتی ضروریات میں کام آسکیں گے مکمل ہو گئے ہیں اس میں مجموعی طور پر دوسو چالیس طلبہ قیام کر سکیں گے۔

معہد دارالعلوم

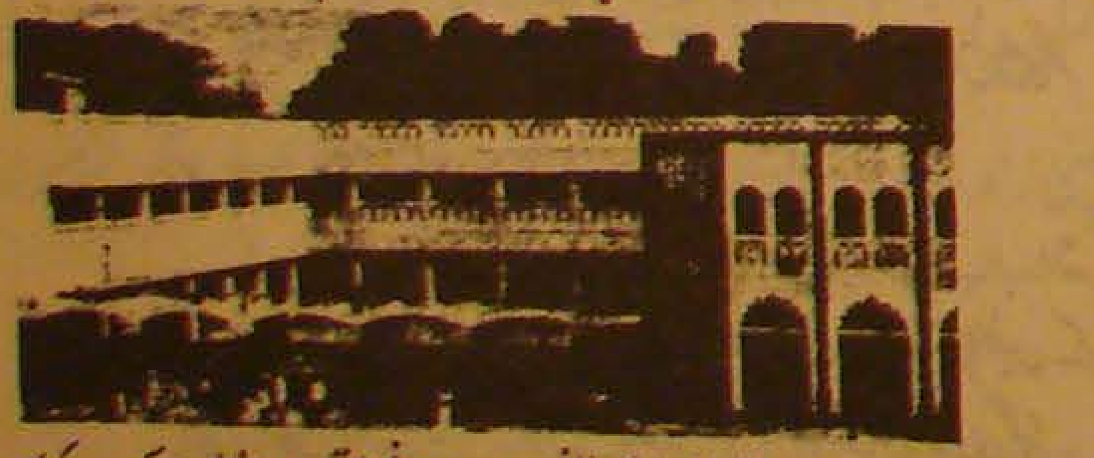

معہد دارالعلوم (یا مدرسہ ثانویہ) یہ عمارت فی الوقت دو منزلہ ہے اسمیں ۴۴ کمرے اور دو ہال ہیں۔ اس عمارت کے دونوں ہال فی الوقت چھوٹے بچوں کی رہائش گاہ کے طور پر استعمال ہو رہے ہیں (اس عمارت کے دونوں بازوؤں کو سائیکل اسٹینڈ اور وضوخانہ کا خوبصورت شیڈ ملاتا ہے) چھوٹے بچوں کی نماز باجماعت ایک ہال میں ہوتی ہے، اس عمارت کی تیسری منزل بھی زیر تعمیر ہے۔